

فہرست

مضامین تیار ہمارو خزانہ

صفحہ	مضمون
۱	ڈیڈی کشن
۲	تقریظ نظم
۴	تقریظ نظم
۱۰	دیباچہ
۱۱	قاعدہ سن ہجری سے سن عیسوی کے
۱۲	دریافت کرنے کا۔
۱۳	قاعدہ سن عیسوی سے سن ہجری دریافت
۱۴	کرنے کا۔
۱۵	پاب اول
۱۶	حیدر آباد کی آبادی کا آغاز
۱۷	اسکا نام بھاگ نگر کیون ہوا
۱۸	جدید شہر روپنہن آباد ہوتے ہیں
۱۹	تاریخ بنائے حیدر آباد
۲۰	موسیٰ ندی کی طغانی
۲۱	اور یہ کہ اسکی وجہ

صفحہ	مضمون	صفحہ
	کس زانہ سے ہوئی	۴۷
۴۴	جنگم بازار کی آبادی -	۴۸
۴۵	مال کی خفائی کے قبل حیدر آباد کی آبادی	۱
	پایہ پنجم	۱
۴۹	سیلاب موسمی ندی سے ہر آبادی	۱
۵۰	موسمی ندی کی خفائی سال ۱۳۲۱ء سے ۱۹۰۹ء	۳۱
	طغیانی رود موسمی یکم رمضان المبارک ۱۳۲۷ء	۷۷
۵۳	م ۲۸ ستمبر ۱۹۰۹ء بروز دوشنبہ	۴۴
۵۴	اندرون بلدہ	۷۷
۵۵	بیرون بلدہ	۷۷
۵۸	گھانسی بیان کا بازار	۳۷
۵۹	احاطہ رشید الملک	۳۸
۶۰	چادر گھاٹ	۳۹
۶۱	ڈیوڑھی نوابی سالہ جنگ بہادر	۷۷
۶۲	بارہ دری میر عالم	۷۷
۶۳	عاشور خانہ	۷۷
۶۴	درگاہ شاہ موسی صاحب قادری	۷۷
۶۵	سرایہ بوا میر منفل حسینی علم	۷۷

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۲	طیانیون وغیرہ کے خرابیوں کے وسیعہ	۶۱	یوسف گنج
۷۲	کئی تدبیر۔	۶۲	افضل گنج
۷۷	سابق کے زمانہ میں کیا ہوتا رہا ہے۔	۷۷	رزٹینسی
۷۵	اعلیٰ حضرت اقدس و اعلیٰ خلد اللہ ملکہ	۷۷	سولہ واڑی
۷۷	کی رحمدلی اور فیاضی و ہمدردی اپنی	۷۷	گولی گولہ
۷۷	رعایا کے ساتھ۔	۷۷	سیلاب عظیم کے وجہ اور اسباب
۷۷	فرمان اول کی نقل	۷۷	باب ہفتم
۷۷	نقل جریدہ غیر معمولی	۷۵	حادثات حیدرآباد کے نتائج
۷۷	فرمان مورخہ ۲۴ آبان	۷۷	باب ہفتم
۷۷	سر مبارک احمد علی علیہ السلام دارالہمام	۷۹	عردس البلاد دیا محبوب البلاد
۷۷	سرکار کا نام	۷۷	قدیم اور جدید حیدرآباد
۷۷	تقریر بمقام سکندر آباد	۷۷	تاریخ شاہ ایدو و ہفتم بذریعہ
۷۷	مال فائدہ افضل گنج کے معائنہ کی رپورٹ	۷۷	حضور و لیسر اے بہادر
۷۷	کا خلاصہ۔	۷۷	تاریخ رائل ہائنس پرنس پرنس آف ولز
۷۷	خلاصہ فرمان حضور نبی جان عالی مورخہ	۷۷	جواب اعلیٰ حضرت بندگان عالی
۷۷	۵ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ	۷۷	تاریخی حضور و لیسر اے بہادر
۷۷	خلاصہ فرمان مورخہ ۱۳ رمضان المبارک	۷۷	جواب اعلیٰ حضرت بندگان عالی
۷۷	۱۳۲۶ھ۔	۷۷	باب ہفتم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۶	اٹلی میں قیامت خیز زلزلوں کا لونا جھٹکا	۸۴	خلاصہ تقریر عالی جناب مہاراجہ دارالمہاک
	باب دہم	۸۸	عالی جناب نواب فخر الملک بہادر
۱۲۷	شعرا کی یادگار نظمیں		محین المہام عدالت و امور عامہ کی چوٹی
	باب یازدہم		اور محنت شاقہ -
۱۲۹	لوگوں کی جانوں کو بچا لینا -	۸۹	خلاصہ تقریر عالی جناب نواب فخر الملک
۱۳۰	فرمان واجب الاذعان حضور نبی کا لٹا		بہادر محین المہام عدالت و امور عامہ
	باب دوازدہم	۹۲	خلاصہ تقریر عالی جناب نواب شہاب جنگ
۱۳۱	اضلاع میں طغیانی کا خراب اثر		بہادر وزیر کوٹوالی و تفرات وغیرہ
۱۳۳	روڈ ہنسرا پر ایک تائیخی پیمانہ -	۹۶	عہدہ داروں کی جان نشانی و عزت نری
۱۳۵	ایسا ہی پیمانہ حیدر آباد میں روڈ موسی	۱۰۸	بہودی خواتین محظیات
	پر ہونا چاہئے -		باب سیم
۱۳۷	اضلاع میں طغیانی سے نقصان -	۱۰۹	اضلاع میں فراہمی چپے بے جلسہ
	ضمیمہ	۱۱۰	غیر مالک کے بہادر دانہ جلسہ
	فہرست اسمائے گرامی سلاطین قطب شاہیہ	۱۱۲	خلاصہ ایلیچ لارڈ میر
	فہرست اسمائے گرامی سلاطین آصفیہ	۱۱۳	رڈ ویلوشن
	نقشہ مقامات طغیانی زدہ وغیرہ	۱۱۴	خلاصہ تقریر مسٹر بکان
			باب نہم
		۱۱۷	سنے سنائے حیرت انگیز واقعات

دیرپیش

ہذا کلمتی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر مین لکھنؤ وزیر با تدبیر و دستور
معظم وزیر اعظم دولت آصفیہ دام اقبالہم و ضاعف اجلالہم کی سرپرستی و حمایت علوم
و فنون و ترویج و اشاعت السنہ مشرقیہ بالخصوص قدر فرمائی فن تیارخ و عزت انشروائی
زبان اردو و ارباب علم و کمال مشہور و معروف آفاق ہے اور کیون نہ ہو کہ خود بہر دولت
بھی علم و کمال سے آراستہ اور نظم و نشر کے ایک اعلیٰ مصنف ہیں اور یہ برکت اسکی ہو کہ
آپ کے حضرت اقدس و اعلیٰ بندگالغالی متعالی سلطان و کن صانہ اللہ عن حوادث
الزمان و خلد اللہ ملکہ و دولہ کے تلخہ کا فخر و شرف حاصل ہے۔ آپ نے اس طغیانی رود موسیٰ
میں جو بنفش نفیس زحمت گوارا فرمائے اور شب و روز تباہ شدہ رعایا کو خود تشریف

معائنہ فرمایا اور تمامی مقامات سیلاب کو ملاحظہ کیا جو لوگ سیلاب

سردی سے جان بلب تھے اون میں سے ایک ایک کات

کے جو حکم حضرت بندگالغالی متعالی حضرت اقدس و

مرہ اپنی ذات پر گوارا فرمائی۔ پس یہ خیر طلب

حالات طغیانی وغیرہ کے تھریس کئے ہیں اون

معنون کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوا اور

گر قبول افتد

تقریظ منظوم

جناب مولوی سید محمد عسکری صاحب عدیل شاگرد و برادر چلیب کنتوری علی نقی

پلاسا قیا سا غرتدو تیر
شل ہی کہ چون آب از سر گذشت
ہو غم بھی تو آب عشرت انگیز ہے
جو کچھ مین کہوں قابل غور ہے
ہمیشہ کرم اور عنایت رہے
یہ دنیا کے فانی ہے موج مراب
وہ ہے سوچے جو انجم کار
کیا زندگانی کا ہے

چشم
کرم

کہ پانی نے کی بند راہ گریز
مساوات ہے پھر چہ نیزہ چہ دست
کہ پیمانہ عمر لبریز ہے
کہ یہ عمر کا آخری دور ہے
زمانہ مین اس کی حکایت رہے
سبجہ زندگانی کو بھی نقش آب
کہ رہ جائے نام نکو یا و گار
بشر بلبلہ ایک پانی کا ہے
یہ تاج و نگین اور طبل و علم
ہے باقی وہی اور وہی ہے قدیم
فنا ہے جو ان و من کے لئے
کوئی اس بہنو رسے نکلتا نہیں
کہ دنیا مین باقی رہے نام نیک
ہو الفت کی ہر ایک رسم و راہ
ہمیشہ رہے فکر زاد سفر

خدا جانے کس وقت آجائے موت
 زمانے کی حالت پہ رکھے نظر
 ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا
 ابھی کل تھے جس جا مکان شاندار
 جو بستی تھی کل آج ویرانہ ہے
 ابھی کتنی تھی جس جاترا نے کی دھوم
 مین کہتا ہوں جو تو اسے یاد رکھ
 ہنہیں دور دنیا کا کچھ ہمہ اعتبار
 بہت تیز ہستی کی رفتار ہے
 اجل جن کی آئی وہ چلتے ہوئے
 ہے منزل گدھ و دار فنا
 بہت دور جانے کی حاجت نہیں
 جو گزرا ہے پیش نظر دیکھ لو
 ہوا و موسیٰ مین طغیان آب
 یہ طوفان تھا یا قیامت کی لہر
 زر و مال و اسباب سب بہ گیا
 نہ کھانے کو کھانا نہ رہنے کا گھر
 کہیں باپ روتا ہے فرزند کو
 کہیں بھائی کرتا ہے بھائی کو یاد

کہ ہو جائیں سب دل کے مقصود فوت
 کہ کیونکر گزرتے ہیں شام و صبح
 کوئی مل گیا اور کوئی کھو گیا
 بنے ہیں اسی جا ہزاروں نزار
 جو شادی کا گھر تھا عسرا خانہ ہی
 وہیں آج ہیں بولتے زراغ و بلوم
 ہمیشہ دل دوستان شاد رکھ
 کبھی یاں خزان بے کبھی ہی بہار
 قضا بہر گھڑی برسر کار ہے
 نہ دیکھا کبھی اس کو ٹلے ہوئے
 زمانہ ہے خود یادگار فنا
 کتابین دکھانے کی حاجت نہیں
 ابھی کتب ہے اس کا اثر دیکھ لو
 ہوئے جس سے بادوں محلے خراب
 کہ تھا شہر مین جس دریا مین شہر
 بچا جو سرا سیمہ وہ رہ گیا
 نہ پاؤں مین جو تانہ دستار سر
 کہیں مان کو بیٹی کی ہے جستجو
 کہ تو مر گیا مین رہا نامراد

کر فی بیوہ کرتی ہے شوہر کا غم
 ہے بیٹا کہین باپ کا سو گوار
 ہے شاعر کو غم اپنے دیوان کا
 کوئی صاحب علم رنجور ہے
 کسی کو الم مال و دولت کا ہے
 گمائی جو تھی پشت پاشت کی
 کوئی کہہ رہا ہے کہ بار خدا
 پہل کہنے سے لے چدر گھاٹ تک
 وہ سے کش وہ میخانے وہ جام مل
 کہ و دسب و صراحی و ببط
 نہ وہ دور ساغر نہ ساقی رہا
 ہوئی ایسی مخلوق بے غمان
 مگر سب کو فرمان شاہی ملا
 نہ رہنے کو کافی ہو یہ بھی اگر
 محل اور ایوان و بستان سرا
 ہوا کھانے پینے کا سب انتظام
 زرو مال و اسباب جو جو ملا
 جو مالک تھے ۴۴ کے لینے لگے
 جو نیشین برآمد ہو یمن جا بجا

بہتجا کہین ہے سزا دار غم
 ہے گردیشی سے رخ پر غبار
 تو حافظا کو انیس سس قرآن کا
 کتب خانہ کا لب پہ مذکور ہے
 کہ ہے نہ باقی رہی کوئی شے
 وہ سب رو دھو سے بہا لی گئی
 یہہ کس طرح کا قہر نازل ہوا
 مکان اور کین بہ گئے یک بیک
 وہ آواز نے اور وہ شور و ہل
 ہو کے کالعدم مثل حرف غلط
 فقط نام سے خانہ باقی رہا
 زمین فرش تھی اور ملک سائبان
 کہ رہنے کو ایوان شاہی ملا
 دے جائین اکثر امیرون کے گھر
 ملے ان بسمون کو جو تھے بے نوا
 کہ سرکار کا تھا یہی حکم عام
 فراہم ہوا آ کے سب ایک جا
 دعا شاہ کے حق میں دینے لگے
 ملا ان کو گو رو و کفن بر ملا

جو نہ تھی تھی ان کا مداوا ہوا
 جو بے گھر مین ان کا یہ جو خیر و بہت
 زمین منتخب ہو رہی ہے تمام
 جو نادار مین جا کئے کرتے ہیں عرض
 غریبوں کی خاطر یہ تدبیر ہے
 ہے ایصال چندہ کا یہ اہتمام
 کیٹی کا ہوتا ہے جب افتتاح
 مین تقریر کرتے وزارت آب
 مین ماتحت کی مجلسین اور بھی
 ہے دن رات ان کو غریبوں کی فکر
 جو پاتے ہیں مالک کی اس میں خوشی
 عرض مین یہ بے مثل شاہ و وزیر
 لکھن مین کہاں تک یہ سب واقعات
 میرے دوست سید محمد حسین
 ہے اغلب تخلص جہان مین علم
 تصانیف بھی جن کے ہیں بیشتر
 ہے نیرنگ افغان انہیں کی کتاب
 مین جس کے امیس علی مع خوان
 مسلمان و اسلام ہے اک کتاب

جو غریبان تھے ہوس ان کو ملا
 کہ پیش نظر سب ہے بلا و بہت
 کہ اس جا ہو آبادی خاص و عام
 تو سرکار سے ان کو ملتا ہے فرس
 کہ مجلس سے چاہے کی ان کے لئے
 کہ مین میر مجلس مدار الملہ سام
 تو لاریب بہر مدارج و خانے
 کہ جس کا افسر و دون پر شاہ
 اراکین مین ہر دور اور محنتی
 اسی کی ہے فکر و اس کی کا ہے فکر
 تو صرف مین جان و دلی سے بھی
 یہ مہر درخشان وہ ماہ میسر
 کہ بالائی بڑی اور چھوٹی ہے رات
 کہ نام ان کا روشن ہو تا فرقدین
 سمندر کی ہے موج جن کا قلم
 جو سپیک مین شائع ہو تین بیشتر
 ہے فن تالیف مین نا جواب
 مین کیا اس کی خوبی کروں گایان
 اور اک روس و انگلینڈ پر جواب

ہے ایک اور تصنیف بے ہرج و مرج
 ہے اک عدال و انصاف اسلام پر
 غرض میں یہ نامی گرامی اریب
 انہوں نے ہے تاریخ طوفان لکھی
 میں پہلی بھی جو آئین طوینیاں
 اسی ضمن میں یہ بھی ہے لکھ دیا
 یہہ تاریخ کیا بلکہ آئینہ ہے
 بس اب تو خدا سے دعا کر عکس
 نہ اب ایسا طوفان آئے کبھی
 اسی طرح پہر شہر آباد ہو
 وہ شاہ جہاں دارجم مرتبت
 ہے (اصف) لقب اور سلیمان و قاف
 جہاں دار و دارا سے ملک دکن
 بہ فطرت فلاطون و جمشید بزم
 دم بھیج کہتے ہیں کرنا و کوس
 یہ نوبت کے تقاریر سے بچتے رہیں
 یہ شہر و سینہ اور طینو روئے
 یہ آواز گھڑیاں گو بجنے مدام
 سد الجبل پر پٹوب پڑتی رہے

حقائق مذاہب کے جس میں ہر درج
 کتاب ان کی پبلک میں مشہور تر
 مونس مسنف عجیب و غریب
 بہار و خزان حیدر آباد کی
 ہے تفصیل کے ساتھ ان کا بیان
 کہ کے بار یہ شہر ویران ہوا
 یہہ آئینہ کیا بلکہ گنجینہ ہے
 کہ اے میرے معبود رب جلیل
 نہ ندی قیامت یہ ڈھائے کبھی
 کہ شاہ و رعیت کا دل شاد ہو
 ہے جس سے قوی پائے سلطنت
 بہ فرکیانی سکندر شعار
 سخن سنچ و نقاد نقد سخن
 فریدون بہ ملک و تہمتن بہ رزم
 یہ نوشاہ ہے سلطنت ہے عروس
 حکومت کے بادل گر جتے رہیں
 دو بالا کرین روز شادی کی لئے
 مسرت ترے پاؤں پوجے مدام
 یہ نوبت شب و روز ہڑتی ہو

رہین شاد و غورند شاہ نظام
بختی محمد علیہ السلام

تقریظ منظوم

از شیخ فکر سید امیر حسن صاحب قزوغ لکھنوی کبیلہ ٹیکوٹ

ایک کرم پین سید ذیشان	پین جو مشہور اغلب ہمدان
ہے محمد حسین نام اُن کا	نشریہ داریان ہے کام بچا
لکھو حاصل وقار ایسا ہے	کون مضمون نگار ایسا ہے
راست کوئی کلام سے ظاہر	فن تاریخ کے بڑے ماہر
قابل قدر اُن کی ہر تصنیف	لائق مدح اُن کی ہر تالیف
ضمیمہ جو نیزنگ سے کرد افغان	نام ایسی کتاب کا ہوعیان
جس سے ظاہر کمال تاریخ	ہے پٹھانوں کا حال تاریخ
ایک مغر زرسالہ سندن کا	جو گل سرسبد ہے گلشن کا
ہے زمانہ میں جسکی شہرت عام	جس کا انیسویں صدی ہجری نام
لکھے اوس پرچہ میں ہین اسکر صفا	درج ہر جس پہ جنوری سنہ
قابل قدر ہے ریلو اُس کا	جس سے اغلب کا ہوعیان بیا
مدح ایسی کتاب اردو کی	نہیں انگریزی پرچہ میں دیکھی
دلپند ایک دکن کی ہے تاریخ	ہند کے اس چمن کی ہے تیغ

تذکرہ جس میں اس ریاست کا
 ذکر مختار ملک و مال کا ہے
 ایک تاریخ روس و انگلستان
 سب مفصل لپیٹا تاریخین
 کروں کس کس کتاب کی تحریف
 حال میں آئی ہے جو غضبانی
 آصف سادس آجکل میں رئیس
 رمضان کی یکم کا ہے یہ حال
 رات ہی سے تہا زور پر پانی
 زور سیلاب دو پہر تک رہا
 ہوئے کتنے محلہ ہی ویران
 نہیں اس میں مبالغہ نہ نہار
 زور سیلاب نے جو دکھلایا
 آپ نے ایک کتاب لکھی ہے
 واقعیت کا نام میں ہر نشان
 وچہیں سیلاب کی بیان کی ہیں
 جس قدر آئے آج تک طوفان
 سیگڑوں کا ہوا لہو پانی
 نہو نقصان جان و مال ایسا

افضل الدولہ کی حکومت کا
 حال فرمان رواے حال کا ہے
 جس پر جاوہر بیان قربان
 مثل ابر عیطہ تاریخین
 بے بکثرت جناب کی تالیف
 ہوئی بلکہ کی جس سے ویرانی
 سن پجری میں تیرہ سو چہیں
 رود موسیٰ نے کر دیا پامال
 صبح محشر تھی صبح طغیانی
 ہو گیا بعد ظہر فضل خدا
 بہہ گئے پیچہ نہرار مکان
 لوگ ضائع ہوئے میں پانچ نہرار
 جوش آغلب کی طبع کو آیا
 واقعی لاجواب لکھی ہے
 حیدر آباد کی بہار و خزان
 خوب انشا طرازیان کی ہیں
 مع تاریخ و سنہ ہوا دنگا بیان
 بار بار آئی ہے وہ طغیانی
 کاش ہو انتظام حال ایسا

حیدر آباد کی بنا ہوئی کب درج ہے اسمین شرح و لبط سے سب
 واقعی فرو انتخاب ہے یہ ایک تاریخ لاجواب ہے یہ
 خوب طرز بیان ہے کیا کہنا لکھنؤ کی زبان ہے کیا کہنا
 اے قروغ اب دکھانہ زور قلم
 حال سب اس کتاب میں ہو قسم

دیباچہ

بہار و خزان حیدر آباد

یعنی

تاریخ طینیانی

بعد حمد و ثناء احقر عرض پرداز ہے کہ اس کتاب کی تالیف اور تصنیف اس واسطے
 عمل میں آئی کہ خاص و عام کو معلوم ہو جائے کہ صرف موسیٰ ندی کی طینیانیوں سے
 حیدر آباد و خزانہ بنیاد کو ضرر و صدمہ نہیں پہنچتا رہا بلکہ اور حوادث اور سوانحیات بھی
 زمانہ سابق میں گذر چکے ہیں کہ اب ان سے سخت صدمے پہنچے ہیں جن سب واقعات کی
 تفصیل اور تشریح کتاب ہذا میں کر دی گئی ہے۔ اور یہ جس زمانہ میں آباد ہوتا رہا اس کے
 وجہ بھی لکھ دے گئے ہیں۔ اب کہ حیدر آباد عروس البلاد اور محبوب البلاد ہو رہا تھا
 اور تمام ہندوستان کا چین سمجھا جاتا تھا اس کو جو صدمہ پہنچا ہے اور جن تبدیلیاں شائستہ
 سے اس کو دفع کیا گیا ہے اس کو بھی مفصل لکھ دیا ہے اور اس کتاب کا نام بہار و خزان
 اسی سے رکھا گیا ہے کہ جس طرح زمانہ ماضیہ میں بلذہ ویران ہو کر آباد ہوتا رہا اسی طرح حالی
 کی طینیانی کے بعد انشاء اللہ پہر آباد ہو جائیگا اور شہر کا فروغ و عروج جیسا قبل طینیانی تھا
 اسی طرح یہ ملک اوس سے بڑھ کر ہوگا اس واسطے کہ اعلیٰ حضرت حضور ربند گانہ تعالیٰ کے شاہانہ

رحم و کرم اور انصاف گستری اور رعایا پروری اور خسروانہ بھردی جو اعلیٰ حضرت کو بنفس نفیس اپنی رعایا سے ہے اور اعلیٰ حضرت کے سایہ حکومت کی برکت سے اور اعلیٰ حضرت حضور بندگان عالی کے نائب السلطنت نبرا کسلنی مہاراجہ سرکشن پرشا دبہا دیرکین السلطنت کی مدبرانہ کوششوں اور بے انتہا جفاکشی اور محنت جو آپ نے طوفان کے دفعیہ میں برداشت فرمائی اور فرما رہے ہیں اور شب و روز رعایا کی دلجوئی اور اعانت میں مصروف ہیں اور نہایت رحمدلی اور کریم انفسی کو عمل میں لا کر کار فرما ہیں وہ سب نمایاں اور روشن ثبوت اور علامات ہیں کہ چمنستان حیدر آباد کی بہار اور فضا پہر اپنے دلکش اور دل آویز مناظر سے اوسی باغ و بہار کا عالم پیدا کر دیگی جو طوفان سے قبل تھا۔

یہ کتاب بلکہ کے حوادث کی ایک جامع اور مختصر تاریخ ہے اور اس سے پہلے اس خصوصیت کے ساتھ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور سلسلہ وار حالات اور واقعات درج میں ترتیب اور تہذیب کے ساتھ اور اکثر مقامات میں جو اجمال رہ گیا تھا اونکو بھی صاف کر دیا گیا ہے۔ ایک نقشہ بھی لگادیا گیا ہے جس سے طیفانی زدہ وغیرہ مقامات کے حالات آئینہ ہو جاتے ہیں۔ ایک دشواری یہ پیدا ہو گئی تھی کہ مورخین سابق نے اپنی تاریخوں میں حسب معمول ہجری سنہ لکھ دیا تھا۔ اس زمانہ میں اسکا تطابق سنہ عیسوی سے ضرور تھا مگر یہ عقدہ حل طلب تھا۔ بعد تحقیقات مزید کے یہ عقدہ بھی حل کر لیا گیا اور ہر مقام پر جہاں سنہ ہجری تھے وہاں مطابقت کر کے سنہ عیسوی بھی تحریر کئے گئے ہیں اور جو قاعدے سنہ ہجری سے سنہ عیسوی کے مطابق کرنے علیٰ ہذا سنہ عیسوی سے سنہ ہجری کے دریا کر نیچے لکھے ہیں وہ اس عرض سے معہ تمثیل ذیل میں درج کئے جاتے ہیں کہ آئندہ اور لوگوں کو بھی معلوم ہو جائیں اور انہیں سے مدد لیکر وہ سنین ہجری اور عیسوی کی مطابقت کر لیا کریں۔

قاعدہ سن ہجری سے سن عیسوی کو دریا کرینکا

جس سن ہجری کی مطابقت سن عیسوی سے مطلوب ہو سن ہجری کی صدیوں کو تین مین ضرب دو کے ہجری صدیوں سے اوپر جو کچھ رہ گیا ہو اسکو ۳ پر قسمت کرے خارج قسمت کو صدیوں کے حاصل ضرب مین جو پہلے مل چکا ہو جمع کر کے حاصل جمع جو ہو اسکو ہجری سے جسکی مطابقت منظور ہے تفریق کر کے حاصل تفریق پر ۶۲۱ جو ابتداء عیسوی اور ہجری کا فرق تھا بڑھائی مجموعی سن عیسوی ہو گا۔

مثال - ۱۴۱۱ سنہ ہجری مین کون عیسوی تھا ۱۴۱۱ مین دس صدی مین او سکوتین مین ضرب دیا ۳۰ ہو بعد اس کے ۴۴ جو صدیوں کے اوپر تھا اسکو ۳ پر تقسیم کیا ایک آیا ایک کو ۳ حاصل ضرب سابق پر بڑھایا ۴۴ ہو اسکو ۱۴۱۱ سے نکالو تو باقی رہی ۱۱۰۱ اس پر ۶۲۱ بڑھائے ۱۶۳۱ ہو یہی سن عیسوی ہے جو مطابق ۱۴۱۱ سنہ ہجری کے ہے۔

قاعدہ سن عیسوی سے سن ہجری دریافت کرینکا

جس سال عیسوی کا ہجری مطلوب ہو اس سال عیسوی سے ۶۲۲ تفریق کرو حاصل تفریق کو ۶۰، ۳۰، ۱۰ مین ضرب کرو حاصل ضرب مین سید ہر تہہ سی چار عدد شمار کر کے اعشاریہ قائم کرو بعد اس کے ۶۲۲ حاصل جمع مطلوبہ سنہ ہجری ہو گا۔

مثال - ہجو یہ دریافت کرنا ہو کہ ۱۶۳۱ مین سنہ ہجری کیا تھا۔ حسب قاعدہ مندرجہ بالا اول پہنے ۱۶۳۱ مین سے ۶۲۲ نہائے حاصل تفریق ۱۰۰۹ رہا اسکو ۶۰، ۳۰، ۱۰ مین ضرب دیا تو ۹۷۳۰

۱۰۳۹۵ ہوا اس مین ۶۲۲ جمع کیا تو ۱۰۴۵۷۳ ہو چونکہ اس جمع مین اعداد صحیح کے بعد کسری اعداد بھی مین اس لئے یعوض اس کسر کے اعداد صحیح مین ایک کا ہندسہ جمع کر دینے سے ۱۰۴۵۷۳ ہو گیا یہی سن ہجری مطلوب ہے جو مطابق ہے ۱۶۳۱ عیسوی کے۔

خاکسار

سید محمد حسین اغلب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب اول

حیدرآباد کی آبادی کا آغاز

شہر حیدرآباد جس کو یکم رمضان ۱۲۶۶ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۸۰۸ء کو بروز دوشنبہ بوجہ طغیانی موسیٰ ندی کے بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے اوس کو ۱۸۰۹ء میں محمد قلی شاہ نے آباد کیا تھا جس کو جدید شہر کی آبادی کے مقابلہ میں قدیم شہر کی آبادی کہنا چاہئے اور اُس آبادی کے تاریخی حالات یہ ہیں کہ ایک دن بادشاہ شکار کے واسطے گو لکنڈہ سے مشرقی جانب روانہ ہوئے اور جب چار کوس پر پہنچے تو ادھون نے موسیٰ ندی کے کنارہ ایک سرسبز اور شاداب مقام دیکھا اور وہیں اوس شہر کے آباد کرنے کی تجویز کی جس کا نام پہلے بھاگ نگر تھا پھر حیدرآباد ہوا انجمن کے دریافت کرنے کے بعد بسا امت مسعود اس شہر کی بنیاد قائم ہوئی اور چار بازار اور چار کما بین بنائی گئیں۔ اور ہر بازار میں سڑک اس طرح پر نکالی جو ایک دوسرے

سوزا دیہ قائم سے قطع کرتی تھیں اور ان کے قطع کرنے سے چوراما بنجا تھا پھر مکران کے کنارہ نہرین جاری کی گئیں اور ان کے کنارے سایہ کے واسطے درخت نصب کئے گئے اور بادشاہ نے اپنے رہنے کے لئے شمالی جانب شہر کے مکانات تعمیر کرائے۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کے حکم سے جود و کائین بنی تھیں اور ان کی تعداد اوسوقت چودہ ہزار تھی اور بارہ ہزار حمام اور مدرسے اور خانقاہیں اور مسجد اور لنگر خانے اور ہاسٹاں تھے اور جب قدر غار میں تھیں وہ چوڑے اور پتھر کی تھیں۔

اس کا نام بھاگ نگر بادشاہ اوس زمانہ میں ایک ہندو عورت پر فریفتہ اور عاشق کیوں ہوا۔

کے وقت نہر سوار اوس کے جلو میں رہتے تھے اور اس سے عاشق نے اس شہر کا نام اپنی معشوقہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ جب بھاگ متی مر گئی تو سترہ برس کے بعد بھاگ نگر کا نام حیدر آباد ہو گیا۔ مگر حیدر آباد کا نام اس کے بعد بھی مدتوں بھاگ نگر ہی رہا اور حیدر آباد زبان زد خاص و عام کب ہوا جب اورنگزیب نے اس کو فتح کر کے اپنی حکومت قائم کی۔

شروع میں حیدر آباد کی آبادی سلطان محمد علی کے زمانہ ہی میں بہت بڑھ گئی تھی۔ اور اوسے زمانہ میں وہ دکن میں ایک عظیم الشان شہر مشہور ہو گیا تھا اور یہ دوسرا شہر آباد بھی اس واسطے کیا گیا تھا کہ شہر کو لکڑہ کی آبادی میں بہت کشمکش ہو گئے تھے۔ اب اس دوسرے شہر کے آباد ہونے سے شہر کو لکڑہ کے لوگ حیدر آباد میں آکر آباد ہونے لگے اس کے باغات وغیرہ ہر تہا جان ب دس دس کو س تک مزکور اور ابراہیم پٹن اور بھونگیر اور پٹن چروٹ تھے اور یہی اوس کی چار حدیں تھیں

جدید شہر یون مین آباد جب اس طرح پر حیدر آباد آباد ہو چکا اور چودہ ہزار دو گنا ہو گئے ہیں۔ اور بارہ ہزار محلے اور خانقاہ اور مدرسہ اور مسجدیں وغیرہ

کہ ان سب کی تعمیر میں پانچ کروڑ روپیہ خزانہ سلطانی سے صرف ہوئے اور بادشاہ کی داد و دہش اور قدردانی علم و فضل شہرہ آفاق ہو رہی تھی تو پھر دور اور نزدیک سے لوگ آکر حیدر آباد میں کیوں نہ آباد ہو جاتے اور سوقت حیدر آباد کی آبادی اوس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ وہ اپنے دلکش مکانات اور باغات کی وجہ سے فردوس بریں ہو رہا تھا۔ اور سالانہ چار لاکھ ہون جو اس دار السلطنت کے مضافات سے حاصل ہوتے تھے وہ خزانہ عامرہ میں داخل ہو کر سادات اور علما کی نذر ہو جاتے تھے اور باورچیخانہ کے مصارف کے واسطے بھی یہ روپیہ وقف تھا جس میں سے روزانہ کھانا وغیرہ تقسیم ہوا کرتا تھا۔ ان سب حالات پر نظر کر کے جس شاعر نے یہ شعر لکھے ہیں وہ بے شک اوس زمانہ میں حیدر آباد پر صادق آتے تھے۔

شہرے چوبہشت درنگوی یابی تو دور و ہر انچہ جوی

زو ہرچہ نکوست کم نیابی یابی ہمہ چیز و غم نیابی

اس بادشاہ دین پناہ اور عادل نے اوس سرزمین کو آباد کیا تھا جس کی نسبت انکیب مورخ لکھتا ہے کہ قبل اس آبادی کے یہاں بجز ویرانگی اور صحرائی درختوں کے اور کچھ نہ تھا چند برہمن شاہ علی بندہ کے بالائی مقام پر آباد تھے اور یہ برہمن سکاکول اراج مندری وغیرہ میں جا کر سندو عمادین سے فائدہ حاصل کر کے پھر وہیں آتے تھے اوس وقت مسلمانوں کا یہاں نام و نشان بھی نہ تھا کہتے ہیں کہ شاہ چوہ صاحب جب بجنبت اشرف سے آئے تو اودن کی بدولت یہاں اسلام کا نشہ نما ہوا۔

تاریخ بنائے حیدر آباد | حیدر آباد کی آبادی کے مادہ تاریخ میں درمیان مؤرخین کے اختلاف ہو گیا ہے صاحب گلزار آصفیہ نے یا حافظ سے ^{۱۹۹۸} سن ۱۹۹۸ ہجری ماوہ تاریخ نکالا ہے اور صاحب تاریخ قطب شاہیہ فرخندہ بنیاد سے ^{۱۹۹۸} سن ۱۹۹۸ ہجری ماوہ تاریخ پیدا کرتے ہیں حالانکہ فرخندہ بنیاد سے سن ۱۹۹۸ ہجری بھلتے ہیں اور تاریخ عزیز دکن میں لکھا ہوا ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی شادی ^{۱۹۹۸} سن ۱۹۹۸ ہجری میں ہوئی تھی پس معلوم ہوتا ہے کہ اس سن میں یعنی ^{۱۹۹۸} سن ۱۹۹۸ ہجری میں شہر حیدر آباد کے آباد کرنے کی بنیاد ہوئی تھی اور جب آٹھ برس میں شہر آباد ہو گیا تو فرخندہ بنیاد سے جو مادہ تاریخ نکلتا ہے وہ اس کی آبادی کے اختتام کا تاریخی مادہ ہے اور تاریخ قطب شاہیہ میں جو تاریخی مادہ ^{۱۹۹۸} سن ۱۹۹۸ ہجری ہندسون اور عبارت میں لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح وہ مادہ تاریخ ہے جو مورخ نے اپنے ذیل کے اشعار میں ظاہر کیا ہے۔

بہندو نو دہشت سال محمد قلی شاہ فرخندہ خاں

بنالمدہ حیدر آباد کرد جہانے چوگل دروی آباد کرد

مذکورہ بالا بیان کی تصدیق چار منیار کے مادہ تاریخ ۹۹۶ ہجری اور جامع مسجد کے مادہ تاریخ ۱۰۹۹ ہجری اور چارکمان کے مادہ تاریخ ۱۱۸۲ سے ہوتی ہے یعنی جامع مسجد کا مادہ تاریخ وہی ہے جو فرخندہ بنیاد کا ہے اور یہی بین ثبوت ہیں کہ اختتام آبادی کا مادہ تاریخ جو فرخندہ بنیاد سے پیدا ہوتا ہے وہ صحیح ہے اور اس کی تائید صاحب رشید الدین خانی کے اُس فقرہ سے بخوبی ہو جاتی ہے اور یہی فقرہ قول فیصل ہے کہ تاریخ بنائے شہر کی یا حافظ ہے اور اتمام شہر کی فرخندہ بنیاد۔

قدیم گوگنڈہ اور حیدر آباد یہ دو سیاح فرانسیسی ہیں جن میں ایک یونیورسٹی ہے یوروپین سیاحوں کے نزدیک جس نے ۱۶۵۳ء و ۱۶۵۴ء کے درمیان حیدر آباد کو دیکھا تھا اور اس کے بعد دوسرے سیاح موسیو تھوٹون نے ۱۶۵۵ء و ۱۶۶۸ء کے دور سیاحت میں ان دونوں شہر کی سیر کی ہے اور یہ زمانہ اخیر قطب شاہیوں کی حکومت کا تھا۔ پہلا سیاح لکھتا ہے کہ سلطنت گوگنڈہ کا دار الحکومت اب بھاگ نگر میں ہے مگر قلعہ کے نام سے سب لوگوں کی زبان پر گوگنڈہ مشہور ہے شہر کے دو کوس کے فاصلہ پر بھاگ نگر ہے اور یہیں بادشاہ رہا کرتا ہے اس قلعہ یعنی گوگنڈہ کا محیط چھ میل ہو گا جس میں ایک بڑی فوج رہتی ہے درحقیقت یہ قلعہ ایک شہر ہے جہاں بادشاہ اپنا خزانہ اس وقت سے رکھا کرتا ہے جب سے بھاگ نگر کو اوڈگوڑیب کی فوج نے غارت کیا تھا۔

بھاگ نگر اس شہر کا نام ہے جس کو عام لوگ گوگنڈہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اس شہر کو بادشاہ حال کے پردادانے اپنی ایک المحرم اور محبوبہ کے نام پر آباد کیا

تھا وہ بیگم اوس سے کہا کرتی تھی کہ دریا کے کنارہ پر فضا میدان میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک محل بنایا جائے اور شہر آباد کیا جائے جس سے بادشاہ نے اوس کی مرضی کے مطابق شہر کی بنیاد ڈالی اور اپنی بیگم کے نام پر اوس باغ کا نام باغ نگر رکھا۔

عرض بلد اس شہر کا سولہ درجہ اٹھادون دقیقہ ہے اس کے گرد و نواح کی سرزمین ایک سطح میدان ہے مگر شہر کے پاس بے شمار پہاڑیاں اور پتھریلی چٹانیں اوسے طرح پر ہیں جیسے کہ مانیتھن بلد میں نظر آتی ہیں یہ شہر ایک فرانسیسی شہر ہے جو فرانس کے شمالی مغربی گوشہ پر ضلع سین اے مارن میں واقع ہے جنوبی مغربی کنارہ پر عین دیوارون کے نیچے ایک بڑا دریا بہتا ہے اور بھاگ نگر کے پاس ایک پختہ ٹلگن پل بھی بنا ہوا ہے جو خوبصورتی میں شہر پیرس کے پان نف یعنی پل جدید سے کچھ ہی کم ہے اس پل اور ندی کا تاریخی حال آئندہ ہم ظاہر کریں گے) شہر کی آبادی آرمینان کے برابر ہوگی جس کی آبادی اس وقت چون ہزار ہے بھاگ نگر میں اچھے اچھے مکانات بنے ہوئے ہیں اور کھلا ہوا ہے سڑکیں بڑی چوڑی چوڑی ہیں مگر اوس سے زیادہ پختہ نہیں ہیں جیسی کہ فارس اور ہند کی دوسری شہروں میں ہیں ان سڑکوں پر ہمیشہ گرد و غبار اور آگرتا ہے جس سے ایام گرام میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

پل پر سے جب شہر میں جاوے تو پہلے ایک کوس پل کے اسطرن ایک طویل آبادی میں ہو کر گزرنا پڑتا ہے جس کا نام اورنگ آباد ہے اس مقام پر تمام تاجر اور ساموکار اور اہل حرفہ وغیرہ ہر طرح کے آدمی بستے ہیں اور کل بتی یہی ہے اور شہر کے اندر تو وہی لوگ بستے ہیں جو دی مرتبہ یا عمدہ داران محلات شاہی یا ہنگام اور کامکان سلطنت اور فوجی ملازم ہیں صبح کے دس گیارہ بجے سے شام کے چار بجے

بجے تک ساہوکار تاجرو مان سے شہر میں اسلئے آتے ہیں کہ باہر کے تاجروں سے لین دین کریں بعد اس کے وہ اپنے اپنے گھر دن کو شب باشی کے لئے لوٹ جاتے ہیں اس ایک کو س کے طولانی آبادی میں دو تین غولبورت مسجد میں بھی ہیں جو مسافروں کے لئے کارروان سرائے کا کام دیتی ہیں اور اسی جگہ کئی ایک مندر دکھائی دیتے ہیں شہر سے جب گو لکنڈہ کے قلعہ کو جائیں یا گو لکنڈہ سے شہر کو جائیں تو پہلے پل کے اسی طرف درمیان گو لکنڈہ اور پل کے یہ آبادی ملتی ہے جسکو سیاح نے اورنگ آباد لکھا ہے۔ مگر اورنگ آباد کا نام اس آبادی کے قایم ہو جانے کے بعد کسی اور فارسی تاریخ میں نہیں ہے۔

پھر اس سیاح کا بیان ہے کہ جب پل سے پار ہوتے ہیں تو ایک چوڑی سڑک ملتی ہے جو سیدھی بادشاہ کے محل تک جاتی ہے اس سڑک کے دست راست پر آپ کو بعض درباری امر کے مکانات دکھائی دیں گے اور یہیں پانچ چار دو منزلی کارروان پر بھی جن میں بڑے بڑے کمرے اور چرے بنے ہوئے ہیں اس سڑک کے اخیر کنارہ پر بڑا چوک ہے جس کی ایک طرف کی دیوار سے محلات شاہی شروع ہوتے ہیں ان محلات وسعت میں ایک بالاخانہ ہے جہاں بادشاہ دربار کیا کرتا ہے چوک میں محلات دروازہ نہیں ہے بلکہ اس کے قریب میں تھوڑے فاصلہ پر ہے جب اس سے اندر جاتے ہیں تو ایک وسیع صحن ملتا ہے جس کے چاروں طرف سپاہیوں کے لئے برآمدے بنے ہوئے ہیں اس صحن میں ایک اور صحن جابینگے جو اسی طرح کا ہے اور جس سے مسافت کرہ میں جن کی چیتوں پر اور نیز محل کے اس حصہ کی

کھڑے ہوتے ہیں بہت ہی خوبصورت باغ ہیں اور اتنے بڑے درخت ہیں کہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ ان عمارتوں نے ان کا بوجھ کیوں نہ سنبھالا ہے۔

اس شہر کے دوسری جانب جہان سے موسلی پٹم کو راستہ جاتا ہے دو بڑے بڑے تالاب ہیں انہیں سے ہر ایک کا محیط ایک ایک کو س ہوگا ان تالابوں میں بڑی عمدہ سمی ہوئی کشتیاں پڑی رہتی ہیں جن میں بیٹھ کر بادشاہ سیر کیا کرتا ہے ان کو کناروں پر اعلیٰ درجہ کے اراکین سلطنت کے مکانات بنے ہوئے ہیں۔

شہر کے قریب گو لکنڈہ میں تین کو س پر ایک نہایت عمدہ مسجد ہے جہاں شاہان گو لکنڈہ کے مقابر ہیں ان مقبروں پر شام کے چار بجے ہر روز مساکین کو روٹی اور پلاؤ تقسیم ہوتا ہے اگر کسی میلہ کے دن آپ ان مزارات میں جائیں تو عجیب و غریب رونق پائیں گے صبح سے شام تک یہاں اچھے اچھے قالینوں کا فرش پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ دوسرا سیاح اس طرح پر لکھتا ہے کہ جب ہم بھاگ نگر میں پہنچے جو سی میں حیدرآباد کے نام سے پکارتے ہیں بیرون بلدہ کے مکانات جہاں ہم آکر تھے صرف سٹی کے بنے ہیں اونٹن پر چھپر پڑے ہیں اور ایسے نیچے اور بد

بنے ہیں کہ جھونپڑیوں سے بڑھ کر اونہیں نہیں کہہ سکتے۔ اس محلہ میں ہم ایک کھاڑک کنارہ تک گئے یہ بہت لمبا ہے اوپل تک برابر چلا جاتا ہے ہم یہاں پر بکے کو توال سے ہمیں اندر جانے کے واسطے اجازت نامہ آجائے

کا ہے جبکہ اول سیاح نے گو لکنڈہ سے پل تک طولانی محلہ بیان کیا ہے

بیرون بلدہ کہا جاتا تھا پھر وہ لکھتا ہے کہ تجارتی مال پہلے کو توال تھا مگر ایک ایرانی نے جس پر بادشاہ کی عنایت تھی اور جسکی

اس کا روان کے بڑے سوداگر سے ملاقات تھی ہمارے آنے کی خبر سن کر فوراً ایک شخص کو حکم دے کر بھیجا کہ ہمیں مال و اسباب سمیت اندرائے دین چنانچہ ہم پل سے گزر گئے تو دراندی اس پل کے نیچے سے بہتی ہے اس وقت صحت ایک تالہ معلوم ہوتی تھی اگرچہ بارش کے وقت بڑی ہو جاتی ہے جس قدر کہ پیرس میں دریا سے سین لاور آگے جا کر ٹرا ہو جاتا ہے پل کے انتہا پر ہمیں شہر کے دروازہ ملے جو ایک پھاٹک کے سوا اور زیارہ کا نام نہیں دی جاسکتا غرض کہ ہم داخل ہو کر کوئی پاؤ گتھ تک برابر ایک لمبی سڑک پر پہلے گئے جیسے روزانہ طرک مکانات بنے ہوئے تھے مگر وہ بھی ایسے ہی نیچے تھے جیسے کہ بیرون بلدہ میں تھے اور اس معاملہ سے بنے ہوئے تھے مگر یہاں تو تازہ اور خوشنما بارغ بھی ہیں۔

ہم ایک سرائے میں پہنچے جو نعمت اللہ خان کے نام سے مشہور ہے اور اس کا دروازہ اسی سڑک پر ہے اور ایک شخص جاکر دھان فروکش ہوا میں نے بھی دو روپیہ دیا پر ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا اس شہر کی لمبائی اس کی چوڑائی سے زیادہ ہے اور پل سے چار مینار تک سیدھا لمبا چلا گیا ہے لیکن چار مینار سے آگے یہ سڑک سیدھی نہیں ہے میں نے چلتے وقت اس شہر کی لمبائی پاپی اور حیب چار مینار تک پہنچا اور دھان سے بچنے دست چپ کی طرف پھر ناپڑا اور ایک میدان میں ہو کر ایک اور سڑک ملی جو شہر کے دروازہ کو جہاننگین جانا چاہتا تھا چلی گئی ہے جب سب میں نے ناپ لیا تو معلوم ہوا کہ بھاگ نگر یا پنچزار چھ سو پچاس قدم لمبا ہے پل سے چار مینار تک دو ہزار چار سو پچاس قدم اور چار مینار سے میدان میں ہو کر اس دروازہ تک جہان سے موسلی پتھم کو راستہ جاتا ہے۔ تین ہزار دو سو قدم ہے اس سے آگے بیرون بلدہ کی آبادی ہے جو ایک ہزار ایک سو قدم تک چلی گئی ہے۔

یہاں شہر میں کھتے ہی میدان یا بازار کے چوک میں گرسب سے اچھا دھچوکے
جو بادشاہ کی ڈیوڑھی کے دیرو ہے اس چوک کے مشرق اور مغرب دو بڑے
بڑے دیوانخانہ ہیں جو زمین میں بہت نیچے تک چلے گئے ہیں ان کی چھتیں لکڑی
کی ہیں اور زمین سے پانچ فیدم اونچی ہیں اور چار ستونوں پر قائم ہیں یہ تہہ پوڑی
ہے اور شہر آبادی پر تفر کے واسطے لگے ہوئے ہیں اور کونوں پر سردبان بنی ہیں ان کونوں
دیوانخانوں میں کو تو ان کی پکڑی ہوتی ہے اور دیوانخانوں کے نیچے جیلخانہ ہیں۔

شہر غلامت اس کے شمال میں ہیں جن کے سامنے ایک برآمدہ بنا ہوا ہے جہاں
دن میں کئی بار جب بادشاہ شہر میں ہوتا ہے تو ٹھہر کر آکر نوبت بجا کرتے ہیں۔

اس میدان کے بیچ میں اور شاہی مقامات کے روبرو ایک دیوار ہے جو تین فیت
موٹی اور چھ فیدم اونچی اور لمبی ہے اس سے آگے ہاتھیوں کی لڑائی ہوتی ہے یہ
دیوار لڑائی کے مقام کے بیچ میں ہے یہاں بھی لڑائی کے لئے سست کئے جاتے ہیں
تو وہ اس دیوار کے دونوں طرف چلے آتے ہیں اور جب غصہ میں ہو جاتے ہیں تو ایک
نورا توڑ دالتے ہیں معمولی مکانات میں سے اس جگہ کوئی دو فیدم سے اونچا نہیں ہے
لوگ انہیں اسلئے اونچا نہیں بناتے کہ گرمیوں میں تازی ہوا کے آنے میں کوئی روک
ہو۔ ان مکانات میں اکثر تو مٹی کے بنے ہوئے ہیں مگر جو لوگ صاحب ثروت اور عزت
ہیں ان کے مکانات اچھے اور خوبصورت ہیں۔

محل سر اس شاہی جوتین سو اسی قدم میں ہے نہ صرف اس چوک کی ایک حد کو پورے
طرح پر گھیرے ہوئے ہے بلکہ چارینار تک چلی گئی ہے اور یہاں جاکر اس کے کناروں

سے فی فیدم چھ فیت مساوی دو گز انگریزی

پر کو شک بنا دے گئے ہیں اس محل سرا کی دیواروں پر جو جگہ دری پتھر دن کی بنی ہوئی
 ہے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر آدھے آدھے برج ہیں اور چوک کی طرف بہت سی کھڑکیاں
 اور کھلا ہوا آئینہ تماشہ دیکھنے کے لئے بنا ہوا ہے کہتے ہیں کہ یہ محل سر اندر سے بہت ہی
 خوبصورت ہے اور اس کے سب سے بڑا کمرہ مین بھی پانی چھوٹا دیا گیا ہے۔ یہاں
 بہت دور سے آتا ہے اور اگر چار مینار کے اوپر ایک تھوڑی سی چھت ہوتا ہے وہاں تھوڑی
 کے ذریعہ سے محلات میں جاتا ہے کوئی شخص اس حویلی کے اندر بادشاہ کی خاص
 اجازت بغیر نہیں جاسکتا۔ اور بادشاہ کی اجازت بھی بہت ہی کم ہوتی ہے نہیں نہیں
 عام لوگوں میں سے کوئی شخص اس کے پاس نہیں جاسکتا اور وہاں کچھ دور حد معینہ
 کر دی گئی ہے جس کے قریب ہو کر کسی کو جانے کی اجازت نہیں اس شہر میں ایک اور بھی چڑ
 ہے جہاں بڑے بڑے امرا کے اچھے اچھے مکانات بنے ہوئے ہیں کاروان سرا میں
 عموماً خوبصورت ہیں اور نعمت اللہ کی سرا کے جو شاہی باغات کے روپر و شایع عظیم
 ہے سب سے زیادہ اچھی سمجھی جاتی ہے وہاں ایک وسیع چوک ہے حسین و منظم کے
 درخت ہیں اور ایک حوض بھی ہے جہاں مسلمان وضو کیا کرتے ہیں۔

اس شہر میں چار مینار نہایت خوشنما عمارت ہے مگر اس کے آس پاس یہ قطع چھپر کی درگاہ
 ہونے سے جن میں تزکاری وغیرہ ہوتی ہے اس عالیشان عمارت کی خوبصورتی میں فرق
 آگیا ہے۔

اس شہر میں بڑے بڑے سوداگر اور ساموکار اور جوہری بھی آباد ہیں اور اہل سہنہ
 اور دستکار بھی بھاگ نگر کے باشندوں میں چالیس ہزار سوار بھی ہیں جن میں ایرانی
 مغل تاتاری ہیں۔

سواہندوستانی تاجروں کے یہاں اور بہت سے ایرانی اور ارمنی سوداگرین
مگر سلطنت کی کمزوری کے باعث امرا ان پر جر کرتے ہیں جب بین یہاں تھا تو
ایک امیر نے ایک ہندو ساہوکار کو بلا کر اپنے مکان میں بند کر دیا اور اس سے پہلے
بازار دورہ پہنے سے لے کر جو چکن نام سے ایک سکہ جاری تھا۔ لیکن جب اس ظلم کی
شہرت پھیلی تو ساہوکاروں نے وہ کاپین بند کر دیں جس پر بادشاہ نے اس ہندو کو
اوس کا سب مال دلا دیا اور اس طرح معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

اس شہر کے باشندہ علاوہ تجارت کے زراعت پیشہ بھی ہیں اور بہت سے یورپین بھی
اس سلطنت میں ہیں ان میں پر لگائیوں کی مقدار زیادہ ہے جو اپنے ملک سے
انگلیں پر ایم کی بدولت یہاں بھاگ بھاگ کر آباد ہو گئے ہیں۔ انگلینڈ اور ڈچ حال میں
آئے ہیں اور ڈچ لوگوں کو یہاں بڑے فوائد ہو رہے ہیں اور انہوں نے تین سال سے
یہاں ایک کوٹھی بنائی ہے یہ لوگ کمپنی کے لئے چھٹ و غیرہ کپڑا خریدتے ہیں جو ہندوستان
کے دوسرے مقامات پر فروخت کیا جاتا ہے۔

ان بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ حیدرآباد کی آبادی اوس زمانہ میں بھی شباب
پر پہنچ چکی تھی۔ اور کمال کا درجہ بھی اوس کو حاصل ہو چکا تھا اور پل کے اوس طرف جو
شاہی آبادی گو لکنڈہ تک تھی جس کو سیاحوں نے بیرون بلدہ قرار دیا ہے اور کسی جگہ
بیرون بلدہ میں آبادی نہ تھی جو آج کل دیکھنے میں آتی ہے یہاں صرف جنگل اور پہاڑ تھے
اور پرانے پل کی تیاری سے بھی عیب پایا جاتا ہے کہ اگرچہ وہ بھاگ نگر کے آباد ہونے سے
پہلے بنا دیا گیا تھا جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے تاہم بعد آباد ہو جانے حیدرآباد کے
شہر میں آمد۔ وقت کی واسطے کافی سمجھ لیا گیا تھا اور اس سے ظاہر ہے کہ بیرون بلدہ

مین سوا اوس آبادی کے اور آبادی کو ترقی نہونی تھی اور کچھ بھی آبادی نہ تھی جس طرح
 پر آج کل ہے کہ اوس شہر مین آمدورفت کے واسطے علاوہ پرانے پل کے تین اور پل یکے
 بعد دیگرے بنادے گئے ہیں پس موسیٰ ندی جو قدیم الایام سے جاری ہے اور برسات کا
 سلسلہ بھی ہمیشہ سے چلا آتا ہے اوس مین طغیانیاں کم و بیش بہت سی ہو چکی ہوں گی اور
 آئندہ بھی ہمیشہ ہوتی رہیں گی مثلاً اوس طغیانی سے جو نقصان پہنچا ہو گا وہ درختوں اور
 جھاڑیوں تک محدود ہو گا جس کی وجہ سے اور جس غایت سے پرانے پل کی تعمیر کا حکم
 دیا گیا تھا اور بھی طغیانی وہ ہے جس کو ہم عہد قطب شاہیہ کے زمانہ کی پہلی طغیانی کہتے ہیں
 پرانے پل کی تباہی | دکن کی تاریخوں مین لکھا ہے کہ جس سرزمین پر حیدر آباد
 آباد ہے وہاں اس کی آبادی کے قبل ایک موضع چلم آباد تھا اوس موضع مین بھاگتی
 نام ایک طوائف رہتی تھی اوس پر شاہزادہ مرزا محمد علی عاشق ہو گیا تھا اور جوش و شغف مین
 شاہزادہ موصوفات رات کے وقت ہمیشہ قلعہ کو لکٹہ سے وہاں جایا کرتا تھا ایک دن موسم
 برسات مین اس نے رات کے وقت جانے کا قصد کیا مگر بارش کے زیادہ ہو جانے سے
 ندی مین اس قدر طغیانی آگئی کہ بہت بڑا مٹی اور سین قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ مگر شاہزادہ
 کا جذبہ عشق اور محبت اس درجہ بڑا ہوا تھا کہ اوس نے اپنے سواری کا گھوڑا اوس
 تلاطم اور توج مین ڈال دیا اور حافظہ حقیقی نے اوس کو ایک کنارہ سے دوسرے
 کنارہ پر بلالمت پہنچا دیا۔ اب خضیہ نومیون نے جب بادشاہ کو یہ خبر دی تو وہ نہایت
 تردد اور تشویش مین ہو گیا اوس نے شاہزادہ کے بھلائی نکل جانے پر شکر کے سجدہ
 ادا کئے اور اوس کے ساتھ حکم دیا کہ ایک مضبوط پل اس ندی پر قبل اس کے کہ آئندہ
 موسم برسات شروع ہو تیار کر دیا جائے اور اوس کی تعمیر کے لئے ایک لاکھ روپیہ خزانہ

تعمیر سے پیدا ہونے کا حکم دیا گیا حکم کے پاس پہنچا تو یہ حکم دیا گیا کہ اس کو روپیہ
 کے لئے معاف کر دیا گیا اور اس کو روپیہ باقی رہ گیا اس کو روپیہ سے جو بھی
 حکم سلطان انوار اور اقسام کے لئے ہو گا اگر اوسے پہنچا تو اس کو روپیہ کو
 تسلیم کرے چیم پل پول میں دو سو گز اور چھ مہینے بارہ گز۔ مہینہ ہی میں چار سو گز اور
 باقیس در پہنچے کہ اوس زمانہ میں ایک در پہنچا تھا اور دو در پہنچا تھا اور سا فرخان
 کے قیام کے واسطے قزوین سے رکھا تھا اور اس کے لئے ایک در پہنچا تھا اور اس کے لئے
 پیدا کیا ہے اوس کے محل میں پانچواں شرفی بادشاہ نے عطا فرمایا ہے۔

کہ تخت اوگدروا و ابرو گدرویم ازینج جب نہ تباہی آگے گھرا

۹۸۶ ہجری

۱۲۴۸

اور بعضوں نے شرائط مستقیم سے مادہ پیدا کیا ہے اور دونوں میں فرق پانچ سال
 کا ہے۔ اور بھی بھی لکھا ہے کہ اوس سال دریا کے گومتی کا پل جو تپور میں تیار کیا گیا اور
 چیم پل موسیٰ ایک سال میں بموجب حکم بادشاہ بالکل تیار ہو گیا تھا اور بھی پل چودہ
 سال قبل آبادی حیدر آباد سے بن چکا تھا اور بعد آباد ہو جانے حیدر آباد کے یہ شہر تھا
 کہ اوس زمانہ میں باغ دیہا رہتا تھا مگر بہار کے بعد خزان ضرور آتی ہے اور بہار خزان
 لازم و ملزوم ہیں۔ لیکن موسیٰ خزان اور بہار سالانہ محدود ہو کر رہ جاتی ہے اور شہر
 اور سلطنتوں کی خزان اور بہار کا دوسرا رنگ ہے یعنی بہار بھی مدتوں رہتی ہے اور
 جب خزان آجاتی ہے تو اس کا دور بھی سالہا سال تک قائم و برقرار رہتا ہے۔ چنانچہ
 حیدر آباد کی خزان اور بہار کی حالت بھی یہی ہے اور اب ہم اوس کی بہار کی حالت
 تو لکھ چکے ہیں خزان کی حالت لکھنا چاہتے ہیں۔

باب دوم

حیدر آباد کی ویرانی

کس کس زمانہ میں حیدر آباد ^{مسئلہ ہجری میں جو قحط پڑا وہ بہت بڑا قحط تھا دس تین} سال پانی برسائو نہ کر کم اور سلطان عبداللہ قسطنطین
ویران اور برباد ہوا۔

کے بعد میں چاول کا نرخ جو اڑھائی تھاکر ان ہو گیا بیسے ایک سو تین کے بارہ سو چار
آتے تھے اب سات ہی سو رہ گئے اور رفتہ رفتہ تین سو کا نرخ ہو گیا اور جب نصف
سال گزر گیا اور پانی بالکل نہ برسا اور قحط کی سختیاں شروع ہو گئیں تو سب سے پہلے
بادشاہ نے حکم دیا کہ علماء اور فضلا اور مومنین اور صالحین اور عام و خاص تین روز روزہ
رکھیں اور جمعہ کے دن واسطے نماز استسقا کے شہر کے باہر جائیں اور ہندو وغیرہ
بھی جنگوں میں اور رود موسیٰ کے کنارہ اپنے اپنے مذہب کے رسوم کے مطابق خدا
سے بارش کی دعا کریں چنانچہ نواب علّامی فہامی حسب حکم بغرض نماز استسقا شہر حیدرآباد
کے باہر آئے اور اس میدان میں جو ندی محل کے برابر واقع تھا قاضی حسن مشہور قبائلی
مکہ خطیب اور پٹنئی نماز نے نماز استسقا بخشوع و خضوع تمام معاویہ ماثورہ ادا فرمائی۔
خلق خدا نے بآواز حزمین اور قلب اندو گئیں بارگاہ یزدانی سے طلب باران کی اور بعد
ختم نماز نواب علّامی فہامی نے صدر مجلس میں رونق افروز ہو کر اشرقیوں اور روپیوں کے
ٹوٹوں کے مذکورہ کے جو بادشاہ نے واسطے تقسیم فقرا اور مساکین کے عطافرمائے تھے
اشرفیان اور روپیہ تمام مستحقین اور صالحین کو تقسیم ہوئے اور خود وہ جو باعیتوں اور

نوٹوں پر ہاتھ دے دویشون اور محتاجان لگہ فیض اثر کو تقسیم کیا اور عصر کے وقت جمع
تخلیق نے نماز پڑھا اور لوگ واپس ہو کر اپنے اپنے مکانون پر چلے گئے۔

بادشاہ کے اقتقاد اور صالحین کی دعا سے اور نماز استغاثہ کے ادا کرنے سے یہ
توصیر ہوا کہ اس قدر بارش ہو گئی تھی جس سے زمین کسی قدر تر ہو گئی مگر اس کے بعد پھر
اسماک باران ہوا: یہاں کہ موسم پر سات ہونے لگا۔ تاہم اس کے بعد بارش پانی کی بجائے
ساگر و صوفی ابراہیمؑ اور جعفرؑ اور اسلمہؑ حیدر آباد اور پانی باران ہو کر کچھ نہ ہو
ہوئی تھیں وہ تمام خشک ہو کر رہ گئے۔ یہاں تک کہ اگر سو گز گھاٹ اور بیٹوں کو دیکھا تین تہا
بھی پانی اوسمیں پیدا ہوتا اور باغات اور درخت نئے اور پرانے خشک ہو گئے۔ اور
جنگلون میں حیوانات پانی کے نہ ملنے سے تلف ہو گئے اور تمام دیہات اور قصبات
اور شہروں میں مردوں کی لاشوں کا انبار نظر آتا تھا اور شہر کی بازاروں اور محلوں
میں بے شمار لاشیں پڑی ہوئی دیکھی جاتی تھیں کہ اون کا اٹھانے والا کوئی نہ تھا اور
خلقت پانی اور غلہ کے قحط سے برابر مر رہی تھی اور ایسی حالت طاری تھی کہ دیکھے نہیں جاتی
تھی اب بادشاہ نے حکم دیا کہ غلہ کا ذخیرہ اضلاع میں جس قدر ہو اس کو حیدر آباد میں لاکر
غلہ فروش فروخت کیا کریں اور پھر بھی حکم تھا کہ کوئی شخص غلہ کا ذخیرہ جمع نہ کرے اس
حکم سے شہر میں کسی قدر کھانے کی اشیاء دستیاب ہونے لگیں۔ اور شہر کے باہر تو یہ
بھی نہ ملتی تھیں اور حال یہ تھا کہ مٹھی بھر چاول جب مٹھی بھر روپیہ دیا جاتا تھا تو ملتے تھے۔
اس پر بھی سلطان وقت کے حکم سے لگہ فائدہ مقرر ہوئے اور ہر محلوں میں قائم کئے گئے اور
حکم ہوا کہ ہر محلو میں کھانا تقسیم کر دیں اور خارج از شہر آبادیوں میں لشکر مقرر ہوئے کہ ان
کے ذریعہ سے شہر کے باہر قحطوں کو کھانا دیا جاتا تھا یہ اس واسطے کیا تھا کہ باہر سے شہر

کھانے کے واسطے لوگ نہ آئیں اور دیگھون میں آتش پکڑا کر اُن کو ساتھ لیکر
 مخلون اور بازاروں میں لوگ پھرتے تھے اور بن مصیبت زدوں میں حسن و حرکت
 باقی نہ رہی تھی اُن کو دیتے تھے اور جو بالکل ناتوان تھے اُن کو پلاتے تھے اور صبح
 سے شام تک مساکین اور غریبوں کو اس طرح پرکھانا دیا جاتا تھا اور تقسیم ہوتا تھا اور مخلون
 میں بہت سی بولیوں بھی کھود کر تیار کر دی گئی تھیں کہ پانی کی تکلیف نہ ہونے پائے
 اس درجہ اس قحط کے دفعیہ میں اہتمام اور انتظام ہوا تھا کہ اس سے بڑھ کر انتظام
 ممکن نہ تھا۔ یہ قحط اکثر مالک سندوستان میں پڑ گیا تھا اور برہانپور میں تو اس سے
 بڑھ کر تھا اور بڑوہ اور احمد آباد دیگر تہ میں تو آدمی کا گوشت آدمی کھا رہا تھا شاہجہاں
 بادشاہ سندوستان اس وقت برہانپور میں مقیم تھے انہوں نے اپنا تمام خزانہ اس
 قحط میں خرچ کر دیا اور جب تک قحط رہا اُن کا قیام برہانپور ہی میں رہا اور حیدر آباد
 میں اگرچہ یہ قحط اس حد تک نہیں پہنچا تھا تاہم اس کے شدت آدھے بڑھے ہوئے
 تھے کہ ایک لاکھ آدمی کی بچہیزم و تکفین تو سرکاری طور پر ہوئی تھی باقی جن لاشوں کا
 پتہ نہ ملا وہ ادھر ادھر سرنگل کر رہ گئی تھیں جن کی نسبت مورخ قطب شاہ لکھتا
 ہے کہ سوائے اُن کو جن کو کہ کفن دیا گیا اور جو بے کفن مدفون ہو گئیں وہ بیشمار
 تھیں سوائے خدا کے ان کی تعداد کا علم اور کسی کو نہیں ہو سکتا اس قیامت خیز حادثہ
 کی تاریخ حسب ذیل لفظوں اور ایک کلمہ سے نکلتی ہے۔ الفاظ اور کلمے یہ ہیں۔

مرگ خلق آمدہ

مرض

عسم

۴۰۔ شہری

۴۰۔ لہ

۱۰۴۰۔

یہ قحط جو ایک عظیم قحط تھا اس سے شہر حیدر آباد بہت کچھ ویران اور پریشان

ہو گیا تھا اور یہ ویرانی اوس کی پہلی تھی اس سے پہلے اوس کو کوئی صد مہینہ پہنچا
 تھا یعنی حیدر آباد کی آبادی سے چونتیس برس کے بعد گویا ارضی اور سادی آفات
 اور بلیات کی خزان کے جھونکوں سے اوس کا موثر ہونا شروع ہو گیا اور ابھی قحط
 کم نہوا تھا کہ خزانہ سے اوس کے دفع کرنے کی غرض سے جو روپیہ جمع تھا وہ سب
 صرف ہو گیا اور اوس زمانہ میں سلطنت کی انتظامی حالت درہم اور برہم ہونے
 لگی اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ قحط جو اپنا خراب اثر چھوڑ جاتا ہے یا اور آفات ارضی
 اور سادی سے سلطنتیں موثر ہو جاتی ہیں تو قحط اور ان آفات کے دفع ہونے کے
 بعد نظم و نسق سلطنت کے درست کرنے میں برسوں صرف ہو جاتے ہیں اور حیدر آباد
 میں تو ابھی قحط موجود تھا کہ خزانہ میں روپیہ کے ہونے سے تمام مداخل و مخارج اور
 قواعد اور ضوابط دیوانی میں خلل آ گیا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ بہت سے سرکاری
 کام معطل کر دئے گئے اور مطبخ اور فیلیڈ اور ٹولڈ شاپی کا انتظام قرار واقعی نہ تھا۔
 اب ہر حال سے شور و غل بلند اور سکڑ و شکایت بھی اور خود برد ضرور ہوئی ہوگی
 اس واسطے کہ دنیا میں کوئی ایسا انقلاب نہیں ہوتا جس میں لوگ بننے اور بگڑتے ہوں مگر بننے
 کم ہیں اور بگڑتے زیادہ ہیں پس جو اعلیٰ منتظم اور مدبر اس قحط کے زمانہ میں تھے ان کی توجہ
 شروع ہو رہی تھی کہ یہ حساب نہیں جانتے ہیں اور برہمنوں کو تمام کام سپرد کر رکھا ہے اور
 انہیں کی وجہ سے انتظام میں خرابیاں پڑی ہوئی ہیں۔ لہذا مرزا حمزہ استر آبادی
 جن کی دیانت ان زمانہ مشہور تھی مگر خود کام مکر نے اور دوسروں پر کام کے چھوڑ
 دینے سے اور ان کی خیانت سے جو برہمنی انتظام میں واقع ہو گئی تھی اوس کا علاج
 پادشاہ نے اس طرح پر کیا کہ ان کو بٹھا کر ان کی جگہ پر نواب علانی فہامی مرزا

روز بہان آصفہانی کو ۳۳ ربیع الثانی ۱۰۴۲ھ میں مقرر فرما دیا گیا وہوں نے
 بھی ایسے کام کئے کہ ان کے کاموں سے بھی بادشاہ راضی اور خوش ہوئے اور
 بادشاہ کے خیال میں آگیا کہ ان کو بھی معزول کر دینا چاہیے مگر کسی دوسرے وقت
 میں بس یہ بھی معزول ہوئے ۱۰۴۲ھ میں اس حساب سے جو سیلاب ۱۰۴۲ھ
 میں آیا تھا اور جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے وہ انہیں کے عہد میں تھا ان کے بعد میر
 فتح الدین محمد مقرر ہوئے اور بادشاہ ان سے ایسے خوش و راضی تھے کہ قلمدانِ مصلح
 بھی ان کو مرحمت کر دیا پس اسی طرح کم و بیش انتظامی برہمن اُس وقت تک رہی جب
 تک ۱۰۴۲ھ میں بارش نہ ہوئی اور جس سال بارش ہوتی ہے اوس سال پیداوار
 کے بعد قحط کی گرانی سے ارزانی بدل جایا کرتی ہے یعنی حیدرآباد کے قحط کا خاتمہ
 ۱۰۴۲ھ کی پیداوار کے بعد سمجھنا چاہئے۔

حیدرآباد کی تباہی اور ویرانی | یہ ویرانی اور تباہی جس کا ذکر ہم پہلے کرچکے
 ہیں وہ قدرتی تھی اس سے بڑھ کر پولیٹیکل تباہی
 پولیٹیکل وجوہ سے۔

اور بھی پیش آئی ہے جسکی تفصیل کے واسطے ایک دفتر کار ہے مگر اس مقام پر ہم لکھنا
 ضرور ہے کہ جس ملک کی دولت اور ثروت شہرت پا جاتی ہے اس کے فتح کرنے
 کی طبع اعلیٰ طاقت کو مہو جاتی ہے مثلاً آخر میں بابر کا خاندان دہلی میں آیا پھر لاکھ
 اویسکی اعلیٰ طاقت کا سکھ اور خطبہ تمام ہندوستان میں جاری تھا اور دکن کی اسلامی
 ریاستیں جن میں حیدرآباد کی ریاست بھی شامل تھی اوس کی دولت اور زر خیزی
 اور سرسبزی مشہور ہو چکی تھی پس ہندوستان کی اعلیٰ طاقت کب بغیر ایسے ملکوں
 کو فتح کئے ہوتے خاموش رہ سکتی تھی دلی خواہش ان پادشاہوں کی یہی تھی کہ

کسی طرح پر یہ ریاستیں اُن کے قبضہ میں آجائیں۔ باقی الزامات سے بری رہنے کے واسطے تاریخوں میں حالات اور واقعات مختلف ہوجاتے ہیں اور بھی وجوہ وہ تھے جن سے شاہجہان نے اول مرتبہ اورنگ زیب کو حیدر آباد بھیجا اور یہ اول پولیسکل تباہی حیدر آباد کی تھی کہ وہ لٹ گیا اور تباہ و برباد ہوا اس مرتبہ اورنگ زیب صلح کر کے چلا گیا اور قطب شاہ کی سلطنت قائم رہی مگر شہر کو صدمہ پہنچا تھا یسے قدرتی آفات کے پیش میں ۲۵ برس کے بعد باہر بیع الاول ۱۶۵۵ء پہلے اورنگ زیب نے اپنے لڑکے سلطان محمد کو حیدر آباد روانہ کیا اور پھر خود بھی باہر بیع الثانی حیدر آباد روانہ ہوا۔ پھر روانگی اورنگ آباد سے ہوتی تھی اس وقت شاہجہان زندہ تھا اور میر جملہ میں کاشنونا قطب شاہ کے دربار میں ہوا تھا اس نے قطب شاہ سے انحراف کر کے اورنگ زیب اور شاہجہان سے سازش کر کے حیدر آباد کی خرابی کے واسطے یہ سب سامان مہیا کر دیا تھا۔

شاہجہان کا فرمان جو میر جملہ اور میر محمد امین میر جملہ کے لڑکے کی سفارش کے متعلق تھا اور اورنگ زیب کی جانب سے جو ہنک اور مرج ملا کر کارروائی کی گئی تھی وہ ایک پولیسکل پالیسی تھی۔ جس کا منشا چھوڑ چھاڑ تھا جو زبردست زیر دست سے کیا کرتے ہیں اس بہانہ اور چھیڑ کے بعد جبکہ شہزادہ اورنگ زیب حیدر آباد میں آیا تو قطب شاہ ۵۰ برس بیع الثانی کو حیدر آباد سے نقد اور جواہر اور طلا اور نقدہ لیکر قلعہ گوکنڈ میں چلا آیا اور سلطان محمد جو پہلے آیا تھا اس نے حیدر آباد پر قبضہ کر لیا اور تمام شاہی کارخانہ جات لوٹ لئے۔ اور عمدہ کتابیں اور چینی خانہ اور بہت سی شیاور ناور اور تحفہ ضبط کر لیں۔ یہ چیزیں لوٹ میں اس قدر آئی ہیں کہ بادجو د

خارت اور تفرقہ ہونے کے چند روز وقت کوچ کے پھر بھی بہت سے چھوٹ گئی تھیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں جو فوجیں واسطے جنگ کے کسی دوسرے ملک میں آتی تھیں تو اُن فوجوں میں جو سپاہی ہوتے تھے وہ تنخواہ پادشاہوں کی سرکار سے پاتے تھے مگر لڑائی کے وقت رعایا کا مال واسباب لوٹ کر اُس کو تباہ کر دیتے تھے اور دارالسلطنتوں کو ویران اور پریشان بھی حیدرآباد میں اور مگدیب اور ان کے رطکے کے آنے سے ہوا تھا۔

دوسری پولیٹکل تباہی | اس مرتبہ حیدرآباد کی تباہی اور ویرانی اس درجہ ترقی کر گئی تھی کہ اب بھی تارینوں نے اُس کا حال پڑھ کر حیدرآباد کی -

رم نکشے کھڑے ہو جاتے ہیں اب بھی ہوا کہ شاہ جہان کا انتقال ہو گیا اور عالمگیر شاہ ہو اُس عالمگیر نے قصد مصمم کیا کہ حیدرآباد پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ بموجب حکم اور لکیر عالمگیر بادشاہ جب شہزادہ عالم ایک بڑی فوج لے کر حیدرآباد کے قریب پہنچے تو ۹۶۴ھ ۱۶۸۱ء میں ابو الحسن ثانا شاہ بعالم پریشانی اور اضطرابی مع عیال و اطفال اور ناموس اور محلات اور جو اہل اور ہون اور بقدر وہ لیجا سکے اپنے ساتھ لیکر حیدرآباد سے گوکنڈہ چلے گئے پس اُن کا جانا تھا کہ تمام شہر میں اضطراب پھیل گیا اور تانا شاہ بقدر اپنے ساتھ لے گیا تھا اُس کے علاوہ شاہی کارخانوں اور تجارت کا مال

چار پانچ کر دے زیادہ رہ گیا تھا اور سپاہیوں کی عورتیں اور رعایا کہ رہ گئی تھی اس شہرت سے شہر میں قیامت پڑھتی بہت سی شہر لڑا اور پردہ پوشی اور اپنے مال کے اوٹھانے میں فرصت نہ ملتا تھا پکڑے ہوئے پریشانی کے عالم میں قلعہ کی

شہزادہ کو پونچے شہر کے اوباشوں اور غارت گروں نے مطلع ہو کر شہر کو غارت کرنا اور تاراج کرنا شروع کر دیا اور حالت یہ ہو رہی تھی کہ تمام شب لوگوں نے جہان ٹھک کہ وہ اپنے مال و عیال اٹھال کو لے جاسکتے تھے۔ سب کو قلعہ میں پہنچا دیا اور ابھی صبح نہ ہونے پائی تھی کہ شاہ عالم کا لشکر شہر پر ٹوٹ پڑا اور شہر اور شہر کے محلوں اور دولتخانہ اور راستوں پر جو کچھ موجود تھا خواہ وہ پادشاہی مال تھا خواہ امرا اور تجار کا یہاں تک کہ زر و نقد اور جواہر بے شمار اور عمدہ سے عمدہ بیش قیمت زیور اور دیبا اور زریفت اور خروجر اور ظروف چینی و قالین اور ماتحتی اور گھوڑے اور پشمینہ و ظروف برنجی اور ظروف طلا و نقرہ سب کو لوٹ لیا اور جو عمدہ سے عمدہ قالین سنگین تھے اور جن کو اٹھانہ سکتے تھے ان کو خنجر اور تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے لے گئے اور مسلمان اور شہزادوں کی عورتوں اور لڑکیوں کو قید کر لیا اور اپنے ساتھ لے گئے اور اس درجہ تک حرمت، شرفیوں کی ہوئی کہ اوس کے بیان کرنے میں شرم آتی ہے۔ شاہ عالم نے منع کرنے میں بڑی کوشش کی مگر سننا کون۔ اُس زمانہ کی فوج کا بھیجی ایک مشعلہ تھا آخر کار شہزادہ نے کوتوال لشکر کو مقرر کیا کہ دیوان بادشاہی سے متفق ہو کر اور چار پانسو سوار اپنے ہمراہ لیکر شاہی کارخانہ جات کو لوٹ سے محفوظ رکھے اور شہزادوں اور حرام خوردن اور لوٹ مار کرے والوں اور ان کی بھی جو آتش زنی کرتے پھرتے تھے گوشمالی کرے اس سے قلعہ و فساد میں کمی ہوگی مگر لوٹ کھسوٹ بدستور قائم رہتی۔

حجرت قریب ستر ہزار ہون اور نقد اور مجلس شہزادہ کے قبضہ میں نہ رہی۔ رحم اور کرم کی جانب توجہ دلائی اور یہ کہ قصور جواب دہ تھے تمام شہزادہ عالم گیر کے مفید تھیں۔ مگر

گو لکنڈہ مین حکومت تانا شاہ کی قائم رہتی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب عالمگیر کے پاس یہ معاہدہ پہنچا تو اس نے اس خیال سے کہ تانا شاہ کے تمام ملک پر قبضہ کرنا چاہئے نہ کہ ان سے پیشکش وغیرہ قبول کر کے ان کی حکومت قائم رکھنا اور اسی سبب سے عالمگیر نے شہزادہ پرعتاب بھی ظاہر کیا تھا اس طرح پر یہ دوسری پولیسکل بربادی تھی جس سے تمام شہر تیزو تار اور بے چراغ ہو گیا تھا۔

تیسری پولیسکل بربادی | یہ بربادی حیدر آباد کی اس وقت ہوئی ہے جب عالمگیر نے خود تشریف لاکر گو لکنڈہ کا محاصرہ کیا اور یہ جنگ مہینوں رہی پس ویران تو ہو چکا تھا اس سے قدیم اور جدید آبادی حیدر آباد اور گو لکنڈہ اور زیادہ ویران ہو گئی جس دارالسلطنت مین ایسی ایسی بڑی لڑائیاں ہوا کرتی ہیں وہ سب یوں ہیں ویران ہوا کرتی ہیں جیسا کہ حیدر آباد ویران ہو گیا تھا۔

مگر حیدر آباد کی ویرانی کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تھا کہ عالمگیر کی فوج کی حالت عدم دستیابی غلہ نہایت یقیم اور ابتر ہو گئی تھی عرصہ تک حسب بیان تاریخ غور شیدہاوی حبیبیہ تاریخ رشید الدین خانی سمجھنا چاہئے شہر حیدر آباد اس سے پہلے نہایت آباد تھا جب تک کہ شہزادگی کے زمانہ مین اور گزیب یہاں نہ آئے تھے اور جب شہزادہ مین آئے تو اسی وقت سے یہ شہر ویران ہونا شروع ہوا اور بلوچہ عادی اور گرانی غلہ اور شیوع طاعون نہایت آدمی نقصات اور دیہات اور لشکر وغیرہ مین ہلاک ہوئے یہاں تک کہ حیدر آباد ویران ہو گیا اور شہزادہ کام بخش کے مظالم اور تعدیات سے بھی ویران ہوتا رہا اور بعد قتل رستم دل خان صاحب دار حیدر آباد اس شہر مین بالکل آبادی نہ رہی تھی یہاں تک کہ فرخ سیر کے زمانہ ۱۱۳۱ھ تک جبکہ

تختِ گاساٹھ سال ہوتے ہیں یہ شہر ویران پڑا رہا جیسا کہ صاحب رشید الدین خان کہتے ہیں مبارز خان جب فرخ سیر کے وقت میں صوبہ داری حیدر آباد کے خلعت سے سرفراز ہو کر حیدر آباد میں آئے تو پرانے پل کے دروازہ سے داخل ہوئے اس وقت حیدر آباد باوجود اس کے کہ پہلے وقت میں قطب شاہیوں کے آباد تھا پھر ان حادثات سے ایسا ویران ہوا کہ پل کے دروازہ سے رستم دل خان کے مکان تک جو دارالامارت تھا اور وہاں سے یہاں تک مسافت بعید تھی اونہوں نے صرت تین دوکانیں دیکھیں اور تمام شہر کو ویران اور بے چراغ پایا اور اول یہی مبارز خان ہیں جنہوں نے بعد بڑی بڑی کوشش اور سعی اور تعبے انتہا مصارف کے بارہ برس کے اندر پھر اس شہر کو آباد کیا اور اس کی چار دیواری کی بنیاد قائم کی مگر شہر کی چار دیواری تھوڑی بیکرہ گئی تھیں۔

اس مقام پر بھی ذکر ہے کہ صاحب رشید الدین خان نے جو یہ لکھا ہے کہ حیدر آباد کا نام گو لکھنؤ کے جنگ کے وقت عالمگیر نے دارالجمہاد رکھا تھا بعد فتح فرخندہ بنیاد نام رکھا یہ صحیح نہیں ہے بلکہ شاہ عالم جب بعد وفات عالمگیر بادشاہِ ہند کے فرزند ہوئے تو انہوں نے دارالجمہاد کا نام موتوں کر کے اوس کی جگہ فرخندہ بنیاد نام رکھا۔ اور یہی صحیح ہے اس واسطے کہ شاہ عالم بیا در شاہ بادشاہ کی جو حالت تانا شاہ کو متعلق تھی اور جس سے عالمگیر نے اُن پر عتاب کیا تھا اور پھر اُن کی مذہبی حالت ان سب سے یہ پایا جاتا تھا کہ جو کچھ تانا شاہ کے ساتھ عالمگیر نے حیدر آباد میں کیا اوس کو وہ پسند نہ کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ اونہوں نے اپنے زمانہ میں دارالجمہاد کو بدل کر فرخندہ بنیاد نام قائم کیا تھا۔

باب سوم

موسیٰ ندی کے طغیانی کے حالات اور یہ بہہ کہ اوسکی
وجہ تسمیہ کیا ہے اس پر بحث

اب تک تو یہ ندی تاریخی ندی قرار نہ پائی تھی مگر یکم رمضان ۱۳۳۷ھ ۸ ستمبر ۱۹۱۹ء کو قیامت خیز سیلابی طوفان سے دکن کے واسطے یہ تاریخی ندی قرار پا سکتی ہے۔ ان اوراق کے لکھتے وقت ہم نے ارادہ کیا تھا کہ اس ندی میں چھوٹے بڑے جو طوفان قطب شاہیوں کے وقت میں آئے ہیں اور جن کا ظہور گو لکنڈہ کے عالمگیری محاورہ نکت تھا ان کو قطب شاہیوں کے زمانہ میں لکھین پھر یہی مناسب معلوم ہوا کہ علیحدہ علیحدہ لکھنا کر ٹیک نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ اس ندی کا علیحدہ ذکر کریں اور جو طوفان اس میں قطب شاہیوں اور فرمانروایان آصفیہ کے زمانہ میں آتے رہے ہیں ان سب کو سنہ وار لکھیں اور جس بادشاہ کے زمانہ میں جو طوفان آیا ہے اوس زمانہ کا بھی ذکر کر دیں مگر قبل اس کے اس امر کا ظاہر کر دینا ضرور ہے کہ اس ندی کی وجہ تسمیہ کیا ہے اور دوسری ندی جو گو لکنڈہ کے قریب اس میں آکر مل گئی ہے اوسکو اور اس کو موسیٰ اور عیسیٰ کیوں کہتے ہیں۔

مختلف تاریخوں کی کتابیں دیکھیں مگر سوائے موسیٰ ندی کے نام کے اور کچھ نہ پایا۔ ان فرانسیسی سیاح نے جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں موسیٰ ندی کے نام کے بجائے تردانہ لکھ دیا ہے اور مورخ گلزار آصفیہ نے یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ ندی

کو عوام سا نکل بھی کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نام تنگی زبان کے ہیں اور اسی کے ساتھ یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ شاید مسلمانوں نے اپنے زمانہ حکومت میں وہ نام بدل کر موسیٰ اور عیسیٰ نام رکھ دیا ہو مگر جب یہ خیال ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے شہروں کے نام تو بدلے ہیں لیکن تالاب اور بڑے بڑے دریاؤں اور ندیوں کے نام جیسے پہلے زمانہ سے چلے آتے ہیں وہ اب بھی بدستور قائم ہیں اس خیال کے بعد پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مسلمانوں نے یہ نام رکھے ہیں تو سن مانع اور یہ نام کس اصناف سے ہوتے ہیں پس اس کا پتہ نہ لگا اور اسی سراغ کے نہ ملنے سے پھر خیال ہوا کہ اس ندی کا نام جو موسیٰ ہوا ہے یہ ایک تنگی لفظ ضرور ہو گا اس واسطے کہ جہان سے اس کا حزن پیدا ہوا ہے وہاں تنگی زبان بولنے والے آج تک اس کو موسیٰ ندی کہتے ہیں۔ اور موسیٰ نہیں کہتے اور پتہاپست سے بھی نام جیتے ہوئے چلے آئے ہیں۔ ایک تنگی زبان کے جاننے والے سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ موسیٰ تنگی زبان میں گندی جگہ کو کہتے ہیں جہان کہا اور گھور پڑا تھا ہے اور دوسرے سے یہ معلوم ہوا کہ چکنڈ ٹنڈون کی تیر تھ کیو جہ سے موسیٰ ہو گیا ہے۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے زمانہ میں بشرطیکہ یہ عربی نام پتروا جس کی معنی یابی حالت کے ہیں حضرت موسیٰ کی اصناف سے کہ موسیٰ عبرانی میں پانی کو کہتے ہیں اور آپ ہی کا معجزہ روئیل کا مشہور ہے۔ تروا کا ترجمہ موسیٰ کر لیا ہے اور اس ندی کا نام موسیٰ ندی رکھ دیا ہو۔

بعد اس نام کے عام مسلمانوں نے موسیٰ کے مقابلہ میں اس ندی کا نام جو اوس میں شامل ہو جاتی ہے عیسیٰ رکھ لیا ہو بھر حال اسکی وجہ تسمیہ کچھ ہی کیوں نہ ہو خواہ

یہ موجود بیان کی گئی ہے اور خواہ اس واسطے اس کا نام رکھا گیا ہو کہ موسیٰ کی معنی سنسکرت میں یچمین جیسا کہ اس وقت بولتے ہیں کہ جب چور تمام مال و اسباب گھر کا چور الیحا تھا ہے تو کہتے ہیں کہ کل اسباب چور موسیٰ لے گیا یعنی جس طرح چور موسیٰ لیتا تھا ہے اسی طرح پر یہ بھی تمام مال و اسباب بروقت طفیلی بہا لیتا جاتی ہے۔ اور موسیٰ چور ہے کو بھی کہتے ہیں شاید پہاڑی اور صحرائی چور ہونے پہاڑ میں سوراخ کر دے ہوں جہاں سے اس کا خرچ پیدا ہو گیا اور اس کا اس ضرب المثل سے پتہ چلتا ہے جو یہاں شہور ہے کہ موسیٰ گھر گھوسی اس سے اس کا نام موسیٰ ندی ہو گیا ہو جب ہم ان قیاسات کے سوا صحیح اور قطعی طور پر اس کی وجہ تسمیہ تحقیقات کرنے کے بعد بھی نہ دریافت ہوئی تو ہم کو بھی مجبور ہو کر مورفین سابق اور گزیر متبع کرنا پڑا اور اسی تقلید سے جو لوگ پہلے اس ندی اور طفیلی کا حال لکھ گئے ہیں وہی ہم بھی لکھتے ہیں۔

رود موسیٰ کا خرچ | سب سے بڑی تنگنا زمین جو ندی ہے وہ موسیٰ ہے جو ان کے تین تعلقات کو سیراب کرتی ہے۔ اس کا منبع سواریڈی پیٹھ کے قریب انت گری کے پہاڑوں میں واقع ہے اور شرقی سمت میں بہتے ہوئے بلدہ حیدر آباد اور اسی کے شمالی مصانات یعنی چادر گھاٹ کے درمیان سے گزرتے ہوئے ضلع ملکنڈہ میں داخل ہو جاتی ہے ندی باجرا ضلع کے شمال میں صرف دو ہی مواضع واقع تعلقہ آصف نگر کے پاس سے گزرتی ہے اور پس پیور جسکو ہدی ندی بھی کہتے ہیں شمال سے گزرتی ہے اور دیونڈی جو کل میں واقع ہے یہ دونوں باجرا کی شاخیں ہیں گزیر میں ایک اور مقام پر بھی لکھا ہے کہ یہ ندی انت گری کے پہاڑوں میں تعلقہ ٹیلور ضلع اطراف بلدہ سے نکلتی ہے اور ایک سو بارہ میل تک مشرقی

سمت میں بہتی ہے جہاں الہ نندی چنور کے قریب اس کے بائیں جانب سے اس میں داخل ہوتی ہے۔ یہاں سے پھر جنوبی مشرقی سمت میں بہتی ہے یہاں تک کہ کرشنا میں داخل ہوتی ہے اس کا جملہ طول ایک سو پچاس میل ہے اس نندی سے مختلف مقامات میں متعدد نہریں کٹی گئی ہیں جن سے تالابوں میں پانی پونچایا جاتا ہے۔ اور بلدہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد اس کے دائیں کنارہ پر واقع ہے۔

۹۸۔ بحری سڑاق اوسی ندی میں قبل یحیم ہونے پنا و حیدر آباد اور اس کی آبادی کے اور بھی سیلاب ضرور آتے ہوں گے مگر بعد

آباد ہونے حیدر آباد کے اب تک دو سیلاب آئے ہیں انہیں کا تذکرہ مناسب سمجھا گیا ہے اور یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے اور تاریخوں میں اس کا ثبوت بھی موجود ہے کہ موسیٰ ندی میں سیلاب اکثر اوس وقت آیا ہے جب کہ ایک سال قبل بارش نہیں ہوتی ہے اور قحط پڑ گیا ہے بقدر طول اس کا باران میں ہوا کیا ہے اوس سے زیادہ اس ندی میں طغیانی آتی رہی ہے یا یوں کہیں کہ اگر ایک سال پہلے کم بارش ہو چکی ہے تو کمی کے ساتھ موسیٰ ندی کا طوفان رہا۔ اور اگر بالکل بارش نہیں ہوئی تو اس وقت طوفان کا زور و شور بہت ہوا کیا ہے اور صاحب گلزار آصفیہ نے جو یہ لکھا ہے کہ ہر بار ہویں سال اس ندی میں طوفان آیا کرتا ہے صحیح نہیں ہے اس کے کہ ذیل میں جو حالات ہم لکھتے ہیں ان سے صاحب گلزار آصفیہ کی اس تحریر کی بخوبی تمام تر دید ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ پرانا پل حیدر آباد کی آبادی کے قبل بنا ہے وہ بھی اس ندی کے طغیانی کے وجہ سے بنایا گیا تھا جس طغیانی کا حال جو ہم نے آباد ہونے شہر حیدر آباد کے اور نہ نقان پونچانے آبادی کے کہ آبادی

موجود نہ تھی موزخین نے زیادہ تفصیل کے ساتھ نہیں لکھا ہے مگر سمجھنے چونکہ ابراہیم قطب شاہ کے وقت میں پل کی تیاری سے ایک سال قبل موسیٰ ندی میں طوفان آنے کو ثابت کیا ہے لہذا سرسری طور پر اس کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور اب جیسا کہ پہلے لکھ آئے ہیں حیدر آباد کے آباد ہونے کے بعد جو طغیانیاں آئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۳۳۱ء میں موسیٰ کی طغیانی
یہی اول عظیم الشان تاریخی طغیانی ہے جو سلطان عبدالعزیز قطب شاہ کے وقت میں بعد آباد ہو جانے کے بعد آئی۔

حیدر آباد و موسیٰ میں چوٹ و خروش کیا تھا آئی اس طرح پر کہ سنہ ۱۳۳۱ء میں بارش بالکل نہ ہوتی تھی اور اس سنہ کے قبل جو بارش ہوتی وہ کافی نہ تھی پس ان وجہ سے بہت بڑا قحط نمودار ہو گیا اور وہی وجہ موسیٰ ندی کی طغیانی کی ہوئی اور چونکہ بہت قحط شہر ویران ہو چکا تھا اور آبادی بہت کم ہو گئی تھی۔ لہذا مقدار آبادی کے لحاظ سے جو آدمی مرے اور نقصان ہوا اسکو صاحب تالیف قطب شاہیہ نے اگر بیان نہیں کیا ہے مگر جس قدر لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑی طغیانی تھی اور ان کا بیان جن فقرات اور الفاظ میں ہے وہ یہ ہیں کہ جب سین ما ضیہ میں بارش کم ہوئی اور سنہ ۱۳۳۱ء میں مطلق بارش نہ ہوتی جس سے قحط عظیم پیدا ہوا جبکہ ذکر سابق میں ہو چکا ہے تو اس سال یعنی سنہ ۱۳۳۱ء میں موسم برسات میں چار ماہ تک اس درجہ پانی برسا کہ اس کا سلسلہ ٹوٹنے میں نہ آیا اور چار شنبہ کا دن تھا اور وہیں تاریخ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۱ء تھی کہ اسی دن موسیٰ ندی میں طغیانی پیدا ہو گئی۔ اور طغیانی بھی ایسی کہ پرانے پل کے اوپر سے پانی بہنا شروع ہو گیا اور سیلاب شہر کے اندر آ گیا۔ جس نے شہر کی بڑی عمارتوں اور درویشوں اور فقیروں کے مکانات منہدم کر دیے اور بہت سے

محاصرہ کو روکتے اور ان کو قحط اور اور مصیبتوں سے بچا بلکہ پڑا تھا اور پانی اور غلہ
 اور مویشیوں کو چارہ نہ ملتا تھا جس کا ذکر نعمت خان عالی نے اپنی بہت سے فتوحات
 میں کیا ہے۔ چودہویں شعبان ۹۷۷ھ میں ایک طوفان باد و باران کا نمودار
 ہو گیا اور اس کا اثر ان کے لشکر میں ایسا ہوا کہ تمام نیچے وغیرہ اس طوفان سے زمین
 پر آ رہے۔ اور کچھ اور پانی میں تو ٹپھوٹ کر اور خراب ہو کر رہ گئے اور بہت
 سا اسباب جو سرنگوں اور سلامت کو چون مین لڑائی کے کام میں آنے کے واسطے
 داخل کیا گیا تھا وہ سب اس سیلاب میں غرق ہو گیا اور بہت سے لوگ جنہوں نے
 اس طوفان سے خوف نہ کیا تھا جب وہ اس سیلاب سے گزرنا چاہتے تھے وہ بھی بہت
 ہو کر بہہ گئے مگر سپاہی جو بلند پہاڑی پر چڑھ گئے تھے محفوظ رہے اور بہت سے دیگر
 اس طوفان سے منہدم ہو گئے اور جب دن ہوا تو قلعہ والوں نے لشکر عالمگیر کے لشکر
 آختر صاف کیا اور بہت سے لوگوں کو قید کر کے تانا شاہ کے پاس پہنچا دیا مگر لطف اللہ
 خان سعد اللہ خان کے پڑے لڑکے کا پتہ نہ تھا جس نے اس محاصرہ میں کارنامیاں
 کئے تھے اور اس کے صلہ میں عالمگیر نے اس کو ایک تلوار عنایت کی تھی جب سیلاب
 اور قلعہ والوں کی شرارت کا حال عرض کیا گیا تو بادشاہ نے اس سرگوشٹ کو
 غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کے دریافت فرمایا آنکھوں سے عرض کیا کہ لطف
 خان ایک مسجد میں پناہ گزین ہے جو مابین اوجھے معلیٰ اور قلعہ کے ہے اور اس
 کے ساتھ اور بھی عبادت گاہیں مگر سیلاب اور طغیانی رودھو سے کی وجہ سے وہ نہیں
 آسکتے کہ اگر قلعہ والوں کو روکتے کشتی ملتی نہیں ہے جس کے ذریعہ سے ان کو آثار
 لیا جائے اس معروضہ پر بادشاہ نے حکم دیا کہ حیات خان داروغہ فیضیہ لے کر

کوہ پیکر مردمان دلاور اور بہادر دریا کے کنارہ پہنچا دے حسب الحکم یہی کیا گیا
لیکن سیلاب کا وہ زور و شور تھا اور طوفان برپا تھا کہ باغی ندی میں نہ جا سکے
اور آخر کار حیات خان کی کوشش بیکار گئی اور وہ بھی گرداب حیرت میں مبتلا ہو کر
قریب نصف شہر کے بے نیل مرام واپس آئے یہ طغیانی بھی بہت بڑی طغیانی
تھی جس نے عالمگیر ایسے بادشاہ کی کسی تدبیر کو چلنے نہ دیا۔

طغیانی رود موسیٰ **۸۵** بعد از اب غفران تاب آصف جاہ ثانی نظام الملک
مطابق **۱۰۶۶** عین۔

میں جو طغیانی ہوئی اس سے پہلے بھی بارش ہوئی تھی پس موسیٰ ندی میں امساک باران
کے بعد جو بارش ہوئی اس سے طغیانی آگئی جس سے شہر کی فصیل شکست ہو گئی
اور پانی بہت زیادہ بلندہ میں پھیل گیا اسی پر خیال کر کے نواب غفران تاب آصف جاہ
نظام الملک بہادر اول کے زمانہ **۱۰۶۶** عین ضرور موسیٰ ندی میں طغیانی آئی
ہوگی اس واسطے کہ تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ **۱۰۶۶** عین اوزنگ آباد اور گجرات
اور دیگر جنوبی ممالک میں بوجہ امساک باران قحط پڑ گیا تھا کہ فی پورہ ۸۰ روپیہ غلہ
کی قیمت ہو گئی تھی اور اسی زمانہ میں آپ برہانپور سے حیدر آباد روانہ ہو گئے
تھے اور کثرت بارش سے اگرچہ موسم برسات کا نہ تھا مگر آپ کی طبیعت علیل ہو گئی
اور اسی سال آپ انتقال فرمایا۔

طغیانی رود موسیٰ **۸۵** اسی سال بعد آصف جاہ ثانی پھر امساک باران
مطابق **۱۰۶۶** عین۔

میں رونق افروز ہوئے اور کمال عجز و انکسار سے طلب نزول باران کی کہتے

ہیں کہ اس سال اس درجہ پانی برساکہ ساتویں ربیع الثانی جمعہ کا دن تھا جب موسیٰ ندی
میں طغیانی آگئی اور ایسی طغیانی کہ شہرِ پانی کی دیوار مغربی جانب منہدم ہوگئی اور اس
کے اندر سے پانی شہر میں چلا گیا اور یہ وہی مہینا تھا جس میں کہ چار محل کے بارود
خانہ میں آگ لگ گئی جس سے محل بادشاہی نیست و نابود ہو گیا اور بہت سے آدمی
جل کر مر گئے یہ بیان تو صاحب تاریخ خورشید جاہی کا ہے مگر سلسلہ آصفیہ جلد چہارم
میں لکھا ہوا ہے کہ ۸۵۷ھ میں ایک مرتبہ دریاے موسیٰ میں اس زور سے سیلاب
آیا کہ شہر میں پانی بھر آیا اور محل میں اس وقت بارود خانہ تھا بارود بھگ گئی اس
بارود کو دھوپ میں خشک کر رہے تھے کہ کسی طرح بارود نے آگ لے لی اس کے
صدمہ سے وہ مکان اور گرد و نواح کے مکانات اوڑ گئے اور اس سے شہر آبی
آدمی بھی مرے اور زخمی ہوئے۔

اس محلِ عالی کی تاریخِ تزلزل آصفیہ میں جسکے مصنف و مولف تجلی علی شاہ مغفور ہیں
کہ وہ اس زمانہ میں موجود تھے انہوں نے اس طرح پر تفصیل کی ہے کہ اس سال
۸۵۷ھ میں بالکل بارش نہ ہوئی اور قحط پڑ گیا اس واسطے بہ ماہِ جادی الاول سنہ
۸۵۷ھ میں نواب غفرانگاہ میر نظام علیخان بہادر پیادہ پا ہو کر فتح دروازہ سے عید گاہ
میں تشریف لے گئے اور نماز استقامت بامامت مفتی عبدالقوی خان ادا فرمائی
اسی طرح پر دوسرے دن بھی بامامت سید غلام سرور خطیب مکہ مسجد اس جگہ نماز
پڑھی اور اس دن بھی پیادہ پا تشریف لے گئے تھے اور مشایخین اور علما اور فضلاء بھی
بارش کے واسطے دست ید دعا ہوئے تھے ان دعاؤں کی برکت سے بارش شروع
ہوگئی اور اس قدر بارش ہوئی کہ بادشاہی چار محل کے تین جانب عالم آب نظر

آتا تھا تمام فصیل غریبی اور جنوبی اس سیلاب سے گر گئی اور ہزار مکانات جو بہت مستحکم اور مضبوط تھے وہ بھی سربسود ہوئے اور مثل خس و خاشاک غلطان و پچان سیلاب کے ساتھ بہتے ہوئے نظر آئے بعد اس طوفان کے حضور بند گالغالی نے صرف خاص سے بہت کچھ نقد و جنس مرحمت فرمایا اور حکم دیا کہ فصیل اور پل جلد تیار ہو جائیں۔

طغیانی رود موسیٰ علیہ السلام
مطابق ۱۸۷۹ء میں۔

بعد نواب مغفرت منزل آصف الملک سکندریہ
بہادر جو سیلاب آیا اس کے متعلق یہ لکھا ہے

کہ شہر یہ کئی جگہ سے ٹوٹ گئی تھی اور کسی قدر نقصان بھی ہوا۔

طغیانی رود موسیٰ علیہ السلام
یا قسطنطنیہ مطابق ۱۸۷۹ء میں

بعد غفران منزل نواب ناصر الدولہ بہادر حسب تحریر
صاحب تاریخ گلزار آصفیہ جو طغیانی آئی اس سے

پہلے بھی بارش ہونی تھی اور قحط موجود تھا اس کے بعد لگتے ہیں کہ ۱۸۷۹ء میں چاند
حادثہ تازہ وقوع میں آئے جو عجیب غریب ہیں منجملہ ان کے ایک طغیانی رود موسیٰ
ہے جو بہت بڑی طغیانی سمجھی جاتی ہے اور یہ کہ زمانہ سابق میں بھی چند مرتبہ یہ طغیانی
ظاہر ہو چکی ہے مگر اس مرتبہ اس کا زور و شور اس درجہ تھا کہ فصیل دروازہ پل کے
بازو کو تیر ٹکریا پی اندرون بلبدہ چلا گیا اور دوکانوں اور گھروں اور بازار اسی ہنر
خان چیلہ سیرکار کے رہنے والے غریبوں کے مکانات بازار سردار الملک عرف گھانسی
سیان اور حوض چار نخل بالکل غرق آب ہو کر رہ گئے اور ایسے منہدم ہوئے کہ اونکی
بنیاد کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا گویا کبھی اس سرزمین پر آبادی وقوع میں نہ آئی تھی
اور طرفہ ماجرایہ ہے کہ اس ندی میں ہر بار ہویں سال ایسے حادثہ ہوا کرتے ہیں اور
بائتدوین پر یہ واقعات گذرا کرتے ہیں مگر یہاں کے باشندہ ہیں کہ وہ اسی سرزمین پر گھٹنا

اور دو کاہن بنانے کے واسطے تیار اور مستعد رہتے ہیں اور باہم لڑتے جھگڑتے ہیں کہ ایک بالشت زمین سے زیادہ ایک دوسرے کے تھرت میں ہونے پائے یعنی پھر مکانات اور دو کاہن اسی سرزمین پر بنا لیتے ہیں اور بارچہ وغیرہ کی خرید و فروخت کرتے ہیں اور ان کو کچھ بھی اندیشہ جان و مال کا نہیں ہے اور لال چندھواری جبکا پوتا چھوٹن لال سیٹھ موجود ہے اُس سے نہیں کیا کہ اس کا مکان اسی جگہ بازار میں تھا اور وہاں کے باشندوں میں وہ سب سے زیادہ صاحب قدرت ہے اس نے اپنے مکان کے زمینہ کے چوتروں کو سنگ بست کر کے نہایت مستحکم کر دیا ہے اور ایسا مستحکم کہ اب طغیانی کے اثر سے اس کو اندیشہ نہیں ہے۔

اس طغیانی سے ایک تختہ دروازہ پل کے بازوئے راست کا جو آہن پوش تھا اور پتوں کا وزن رکھتا تھا مانسہ پرکاش اور کرباغ امین الملک بہادر متصل فصیل بندہ عقب عاشور خانہ پادشاہی جا کر گرجا بہت دور ہے اور دہلی دروازہ کے بازو کے ایک تختہ کو ٹکڑے کر دیا اور دروازہ پل کے روبرو درمیان راستہ کھان کر اس کے دہلیز کے اندر بہت بڑا غار ہو گیا جو برابر دس ہاتھوں کر ہے اس کے علاوہ اور بھی ہزار ہا مکانات غرق آب ہوئے اور ہزار ہا آدمی ہلاک۔

اسی واقعہ کو صاحب رشید الدین خانی نے بھی ۱۲۴۲ھ کے واقعات میں لکھا ہے مگر باجمال تفصیل نہیں کی ہے یعنی اُن کا بیان ہے کہ آخر بیع الاثنی ۱۲۴۲ھ میں بارش کی شدت سے شب کو موسیٰ ندی میں سیلاب آگیا جس کے زور سے ایک پاٹ پل کے دروازہ کا جو مقفل تھا اپنی جگہ سے اوکھڑ کر امین الملک کے باغ میں پہنچ گیا۔ سو اس کے اور کسی جگہ سے فصیل شکست ہو گئی اور جو حصہ پل کا ٹوٹ گیا تھا اُس کے منہ

اور عالی شان عمارات کے مثلاً بارہ دری راج باغ جسکی تعمیرین پچیس لاکھ روپیہ اور دیوان خانہ کلان موسوم بقایم محل اور مجلس ااور بہت محل و آئینہ خانہ و چینی خانہ و تصویر خانہ اور بارہ دری خانہ باغ مع آئینہ خانہ و چینی خانہ اور عمارت کوه شریف و تھار خانہ درگاہ مولانا وغیرہ میں کی تعمیرین پچاس لاکھ روپیہ صرفت ہوتے تھے راہبانا راجہ چندو لال تھارا راجہ بہادر نے اپنے عہد میں بہت کثیر بیڑا دیا تھا اور یہ سب آپ کی عہد کی زندگی یادگارین ہیں۔

ان دونوں مورخین کے بیان میں صرفت اجمال اور تفصیل اسے مورخ کا فرض ہے باقی طغیانی کا واقعہ انکب ہی معلوم ہوتا ہے۔

اب اس طغیانی کا حال جو تنگنی زبان کی نظم میں بیان ہوا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ اس طغیانی سے بھی شہر پر آفت نازل ہو گئی تھی۔ اس میں تفسیر کے ساتھ حالات ہیں اور ان حملوں کا بیان بھی ہے جن کا ذکر مورخین نے نہیں کیا۔ بسے اس واسطے اس نظم کا ترجمہ بھی رپورٹ لعلقہ پر کی ضلع محبوب نگر سے کیا جاتا ہے۔ اور اس سیلاب کا حال اس واسطے نظم کیا گیا تھا کہ لوگ اُس زمانہ میں اس حال کو اس نظم میں گاتے ہوں گے اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ محکمہ دیہاتوں میں اسی موسمی ندی کو کہتے ہیں

ترجمہ نظم تنگنی

اے شہر حیدر آباد جب کہ تیرا شباب تھا اور عروج اور شان و شوکت اور دولت و اقبال کمال پر تو اس محکمہ ندی یعنی (موسی) ندی نے تیرے بعض آباد حصہ کو بروز یکشنبہ دو بجے رات کو کثرت بارش سے اپنے میں طغیانی اور سیلاب پیدا کر کے تباہ اور برباد کر دیا۔

شہر کی فصیل ٹوٹ گئی اور شہر کے اندر پانی داخل ہوا اور بازار کو کہ اور چادر کھا
 اور دلی دروازہ اور پتلی باولی تک پانی پہنچا اور سوتے ہوئے لوگوں کو تیار کیا چند
 آدمی جو محفوظ رہے ان کو تیرنا آتا تھا چار محل دروازہ اور چمپا دروازہ اور بازار باطل
 ویران ہو گیا۔ کاروان کا نصف حصہ غرق آب تھا اور بیگم بازار پریشان حال تھا بارہوی
 اور دیو فیصل سنگت پڑی ہے ڈیڑھ لکھ کی جانب جو نیپل تیار ہوا تھا وہ بھی شکست
 ہے اکبر چاہ بازار شولہ کوڑہ کوٹھی رزڈ لٹنی ویران ہے اور بہت سے دولت مند ساہوکار
 اور مارواڑیوں کی دولت اور دوکانین سپرد خاک ہیں اور ندی کے دونوں کناروں
 پر چھان تک نظر کام کرتی ہے ہزار ہا مردے اور ساہوکاروں کے دفتر چڑے ہوئے
 ہیں جس نے اس سب حالت کا مشاہدہ کیا اس کا نام بڈا کوٹ تھا اور اسی کا بیان
 کسی تلنگی شاعر نے نظم میں ادا کیا ہے۔

اس کے علاوہ نواب ضرغام الدولہ بہادر کے چند اشعار نایاب اور نادر ہیکو
 مل گئے ہیں ان کو بھی ہم ذیل میں درج کرتے ہیں نواب صاحب اس زمانہ میں
 موجود تھے اور ادھون نے چشم خود حالات اور واقعات دیکھ کر یہ اشعار کہے ہیں

مثنوی تصنیف نواب ضرغام الدولہ بہادر مرحوم

بعد ناصر الدولہ بہادر	شدہ دریائے موسیٰ دفعتاً پڑ
منیر الملک دیوان آن مان بود	و چند لال دوران کامران بود
شب و شبہ و تاریخ بستم	ربیع الاول آخر شد تلاطم
بر نصف اللیل طعنان کرد موسیٰ	خرابی کا نمایان کرد موسیٰ

غریب کی رحمت کا مران شد
 رسا نید آب اور اما این باغ
 ہمہ صنایع شدہ باغ این است
 برابر کرد خانه تا بحانه
 در دہلی ست گشتہ ریزہ ریزہ
 سر انجام اثاث البیت مردم
 در پل را چو سیل آب بشکت
 مثل پنبہ ریزہ چوڑی بازار
 ہمہ بازار گھامنی بے نشان شد
 سنہ الفاظ تاریخش ہر آدمی
 مکان ہر سوے جائے بے نشان شد
 ز چو بے بدل لالہ شدہ باغ
 درختان تشنہ ہموار زمین است
 رسیدہ آب در طاشور خانہ
 روان شد آب بروے دوسہ نیزہ
 ستمہ تاراج شد بازار سب گم
 قتادہ غار و نا پیدست نگ بست
 ز بے سرا یگی مردم در آزار
 خن و خاشاک آنجا ہم ہنہان شد
 ز طغیانی موج موسی آمد
 ۱۲ ۴ ۵

دعا سے بے نظیر این است دائم
 طغیانی رود موسی ۱۲۶۵
 رات پانی برسا اور صبح کو نماز کے وقت موسی
 ندی میں طغیانی آئی اس کے دونوں کناروں پر جو مکانات بنے ہوئے تھے وہ دور
 دور تک بہہ گئے اور فضیل بھی کئی جگہ سے ٹوٹ کر رہ گئی اس دن آکہ بارش پیا
 کے حساب سے اول نو گھنٹہ سے دوسرے دن نو بجے تک پاؤ کم سات انچ پانی
 پڑا اور تمام فضل میں ۳۷ انچ جس سے بوجہ طغیانی نقصان جان و مال ہوا۔ اور
 دس روز تک دیوار میں اور مکانات بھیگے ہوئے گرتے رہے اور خلقت پریشان

ادھر ادھر ماری ماری پھرتی تھی۔

طغیانی رو د موسیٰ ۱۲۶۷ھ | اس سال جو طغیانی آئی یکا یک آگئی یعنی ۲۷
مطابق ۱۸۵۱ء عین۔

شعبان بروز پنجشنبہ دوپہر کو سب بیان صاحب
رشید الدین خانی دفعتاً رود موسیٰ میں طغیانی نمودار ہو گئی جس سے ۲۱ درپل کے پانی سے
بھر گئے تھے اور چند آدمی جو کنارہ غافل کھڑے تھے وہ بہر گئے اور کچھ جانور بھی تلف ہوئے

یہ طغیانی بغیر بارش کے تھی اور لیکن ہے کہ بلکہ یہ بارش ہوئی جو اڑیائیں ہی بہاؤ موسیٰ میں
اور دوسری ندی جو اس سے مل گئی ہے اُن کے مزاج کے مقامات پر زیادہ بارش ہو گئی

ہو اور اسی سے یہ طغیانی پیدا ہو گئی ہو اور پہاڑی ندی اور دیاؤں میں بعض مرتبہ
ایسی ہی طغیانی آجایا کرتی ہیں۔ کہ اون کا دھم دگمان بھی نہیں ہوتا مگر لوگوں کے
دیکھنے میں آجاتا ہے کہ بادل کی طرح پانی کی بلند چادر چلی جاتی ہے جھاگے سے جو بچ جاتی
ہیں اُن کی جانیں محفوظ رہتی ہیں اور جو اس بلند سیلاب میں آجاتے ہیں وہ ہلاک
ہو کر اسی کے ساتھ بہتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

طغیانی رو د موسیٰ ۱۲۸۱ھ | عبدالعظیم مغفرت مکان لڑا اب میرا فضل الدولہ
مطابق ۱۸۶۴ء عین۔

بہار ۱۲۸۱ھ کے پہلے پانی نہ برساتا تھا اور قحط تھا
مگر چار شنبہ چوتھی ماہ صفر ۱۲۸۱ھ پانی برسا شروع ہو گیا۔ اور دو شنبانہ روز
برستا رہا اس سے موسیٰ ندی میں طغیانی آگئی مگر اس طغیانی سے کچھ زیادہ نقصان
نہیں ہوا۔

طغیانی رو د موسیٰ ۱۲۸۳ھ | پھر اسی عہد میں اس سال کے قبل بوجہ ہند
مطابق ۱۸۶۶ء عین۔

بارش کے قحط کے آثار پیدا ہو گئے اور

گران تھا۔ یہاں تک کہ امراتے لنگر خانے جاری کر دے لیکن ماہ ربیع الثانی میں بارش ہو گئی جس سے موسیٰ ندی میں نہایت درجہ طغیانی ہوئی مگر اس طغیانی سے بھی نقصان کچھ زیادہ نہیں ہوا۔

اسی طرح پراور بھی طغیانیان خفیف خفیف مختلف زمانوں میں ہوتی رہی ہیں جسکا ذکر مورخین نے ان مقامات پر کیا ہے جہاں حیدر آباد کے درویشوں کا حال لکھا ہے اور شاید ہی کوئی طغیانی ایسی ہو جس کے پیلے گرائی اور قحط سالی نہوتی ہو ورنہ اسکا باران کے بعد جو بارش ہوا کی ہے اس سے چھوٹی اور بڑی طغیانیان ضرور ہوتی رہی ہیں اور پھر بھی ہوتا رہا ہے کہ اگر دو چار برس پانی کم برسا اور ایک سال نہ برسا تو اسکا بعد جو بارش ہوئی اس سے موسیٰ ندی میں قیامت برپا کرنے والی طغیانی ضرور آتی رہی ہے اور یہ سچ ہے اور تاریخی صداقتوں سے اسکا ثبوت ملتا ہے کہ برسات کی موسمی نیرنگیاں جن مقامات پر دہتی ہیں اور بارش کم ہوئی یا دو چار سال میں ایک سال بالکل نہوتی تو پھر جو پانی برستا ہے وہ ضرور غضب ڈالنے والا اور تہ لاسنے والا ہوتا ہے اور اس کی مثال بالکل یہی ہے کہ جو آدنی کبھی بیمار نہیں پڑتا اور پھر بیمار ہو جاتا ہے تو اس کی بیماری نہایت شدت کی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اسکی جان کو لاسے پڑ جاتے ہیں۔ عرب میں بارش ہوتی نہیں اگر کبھی ہو گئی تو ایک پھینسا سا پڑ جاتا ہے مگر مورخین نے لکھا ہے کہ آٹھویں جمادی الثانی ۱۱۷۱ھ میں مکہ معظمہ میں جو طغیانی آئی اسکی وجہ یہ تھی کہ وہاں شدت سے پانی برساتا تھا اور ایسی بارش ہوئی تھی کہ پڑا کہی نے دیکھی اور سنی نہ تھی اس طغیانی سے بہت سا مال خراب اور بہت سی دس رتلف ہو گئی تھیں اور ۵۰۰ مکان مسند ہم ہو کر رہ گئے تھے اور کعبہ ثانیہ میں

سواتین گز پانی زمین سے بلند ہو گیا تھا ساتھ عاید خانہ اس مکان میں تشریف لے گئے تھے اور قریب دو لاکھ روپیہ مالیت کی کتابیں، قدیم جو مکہ معظمہ کے کتب خانہ میں تھیں وہ بھی ڈوب گئی تھیں اور چاہہاں زمین پانی سے لبریز ہو گیا تھا یہ وہی بات ہے کہ پانچویں برس ستانہ تھا اور ہر سال تو ایسا کہ شیر پانچویں

بلدہ حیدرآباد کے واسطے تو خط اور طغیانی لازم اور لازم علی آتی ہیں۔ میں کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں اور اب بھی یہی کہتے ہیں کہ جن مورخین نے بلدہ کا قحط لکھا ہے اور طغیانی کا ذکر نہیں کیا ہے اسکو ضروری سمجھنا چاہئے کہ طغیانی کم و بیش ضرور آئی ہو گئی صرف ذکر چھوٹ گیا ہے ورنہ بہت سی طغیانیان جن کا ذکر ہم نے کیا ہے وہ قحط کے بعد ہی ظہور میں آئی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جس قدر سخت قحط تھا اسی قدر سخت سیلاب آئے ہیں

باب چھام

پھر حیدرآباد کی ترقی آبادی کا حال

بلدہ کی آبادی میں روز افزون ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ساتھ برس تک بلدہ ترقی کس زمانہ سے ہوئی۔ مختلف وجوہ سے کہ ادن کا بھی ہم نے ذکر کر دیا ہے

ویران پڑا ہوا اس کے بعد مبارک خان نے زرخیز کر کے اسکو بارہ برس میں آباد کیا اور یہ ویرانی رود موسیٰ کی طغیانی کی وجہ سے اول تو ہوئی نہ تھی اور اگر کسی قدر ہوئی ہو تو اس کا ذکر اس وجہ سے تاریخوں میں نہیں ہے کہ قحط اور عالمگیری فوج کے لوٹنے اور آگ لگا دینے سے شہر زیادہ ترویران ہوا تھا۔ اور جب یہ بڑے بڑے

حادثات پیش آچکے تو آدمی کہاں تھے جو طغیانی کے اثر سے موثر ہوتے بہت ہوا تو یہی
ہوا ہوگا کہ ویران شدہ مکانات کو بلدہ میں طغیانی رود موسیٰ نے تباہ کیا ہوگا۔

سبادر خان نے جس قدر آباد کیا تھا اور شہر کی فیصل تھوڑی سی بنا کر چھوڑ دی تھی

یعنے اونہوں نے بے نگہ کی فیصل دروازہ چادر گھاٹ سے دروازہ دبیر پورہ اور قریب

دروازہ یا قوت پورہ بنوا دی تھی اوس فیصل کو نواب مغفرت آباد آصفیہ اول نے مکمل

فرمایا بس یہی اوس کی آبادی تھی اور یہی آبادی اوس کی چل آئی تو اب غفران نزل آصفیہ

ناصر الدولہ بہادر کے عہد دولت مہد تک اور وہی پرانہ تھا جس ایک پل کے ہونے

سے ظاہر ہے کہ بلدہ اوس زمانہ تک کس درجہ آباد ہوگا اس عہد میں اندرون بلدہ

آبادی طبعی بیان تک کہ صاحب گلزار آصفیہ لکھتے ہیں کہ ۱۸۵۸ء میں تمام دنیا کے

آدمیوں سے یہ شہر بچا ہوا تھا اور ایسی آبادی تھی کہ اس سے بڑا خیال میں نہیں آسکتی

اب اور جقدر آبادی بڑھتی گئی اوسی قدر ضرورت ہوتی مختلف پلوں کے بنانے کی چنانچہ

۱۸۳۰ء میں بعد نواب غفران نزل پل چادر گھاٹ تیار ہوا جسکی تاریخ پل پر کندہ ہے

ناصر الدولہ شاہ آصفیہ کہ نظیرش گئے ندید نگاہ

حکم چون شد براجہ چل زد سازند پل بہ شام دیگاہ

از سر عقل میجر اسٹوارٹ پل بنا کر دہ مثل مہر و ماہ

اسی طرح پل فضل گنج جو بعد نواب مغفرت مکان افضل الدولہ بہادر ۱۸۵۹ء میں

میں تعمیر ہوا اوس کی تاریخ اس طرح پر کندہ ہے۔

بعد افضل الدولہ نظام الملک آصفیہ دوران

الہی تالو و تابان بہ و نور شیدا قبائلش درخشان

بود کرٹل ٹیوٹوسن بہادر سفیر نیک ل ذی شوکت شان
صراط مستقیم رود موسیٰ زمینی مصرعہ تاریخ برخوان
۱۲۷۶

تیسرا پل مسلم جنگ کے نام سے مشہور ہے جو بعد اعلیٰ حضرت حضور نظام الملک آصفیہ
موجودہ فرانٹرواسے دکن بڑا نہادر المہامی نواب سر قارا المار بہادر مرحوم سالہ ۱۱۸۰
نواب لایق الدولہ مسلم جنگ مرحوم نے اپنے ذاتی مصارف سے تعمیر کرایا جس کی تاریخ
ذیل کندہ ہے۔

واہ کیا خوب عمارت بہتر
۱۸ ۱۳

۶۱۹

پہل اس ضرورت سے تعمیر ہوئے ہیں کہ بیرون بلدہ کی آبادی سابق میں نہ تھی
بعد قائم ہو جانے آبادی بیرون بلدہ کے چارپلوں کی مع پرانے پل کے ضرورت ہوتی
جیسا کہ گریٹر میں لکھا ہوا ہے کہ شہر کی آبادی اپنے سابقہ حدود سے شمال اور مشرق
کی جانب بہت کچھ تباہ کر گئی ہے شہر میں داخل ہونے کے چار پل ہیں پرانی پل شہر میں
حد پر ہے اور مسلم جنگ پل جسکو نیپل بھی کہتے ہیں شہر کی طرف ہے اور دو اور پل
ہیں۔ ایک افضل گنج کا پل دوسرا چادر گھاٹ کا جسکو چمپا دروازہ کا پل بھی کہتے ہیں پرانے
پل کے قریب نیپل ہے۔

شہر کے مصنفات دو حصوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جو رود موسیٰ کے شمال کو ہیں اور
دوسرے وہ جو طاعن بلدہ سے ملحق ہیں اول الذکر میں بیگم بازار اور کاروان اور افضل گنج
اور مشیر آباد اور غیر آباد اور سیٹ آباد اور چادر گھاٹ شامل ہیں اور شرق سے غرب

تک کوئی تین میل اسکا طول اور شمال سے جنوب تک ڈیڑھ میل عرض ہے جسکا رقبہ تقریباً پانچ مربع میل ہے رزیدنسی بازار اُن مصنافات جنوب مشرق کی جانب اور بلدہ کے شمال شرقی گوشہ میں واقع ہے دوسرے مصنافات جو رود موسی کے واسطے کنارہ پر اور شہر سے ملحق ہیں اور شہر کے جنوب مشرق میں ہیں وہ یاقوت پورہ اور ملک پیٹہ اور جہان نما ہیں اور ان سمتوں کی آبادی جیسا کہ گزیر میں لکھا ہوا ہے اور اندرون بلدہ کی آبادی کے درمیان میں حد فاصل رود موسی ہے اور یہ ترقی آبادی جو روز افزون بلدہ اور بیرون بلدہ ہوتی رہی ہے یہ سب نواب مختار الملک میر سالار جنگ مرحوم اول کے حسن انتظام کی بدولت ہے اسواسطے کہ وہی ایک ایسے مدیر اور منتظم ہو گئے ہیں جنہوں نے حیدر آباد میں امن قائم کر دیا اور فتنہ و فساد کا دفع تھا اور امن و امان ہی ایک بڑا ذریعہ شہر وں اور سلطنتوں کی آبادی کا ہوتا ہے بیرون بلدہ رود موسی کے قریب سب سے پہلے تو وہ آبادی تھے جو کاروان کے نام سے مشہور تھے اور اب بھی مشہور ہے اوس کے بعد بیگم بازار کا نمبر ہے اور بعد اوس کے جو آبادی بیرون بلدہ کی ہوتی ہے وہ پچاس ساٹھ گیس سے ہے اور یہی وہ بیرون بلدہ ہے جسکے بہت بڑے حصہ کو طغیانی حال سے صدمہ پہنچا ہے جبکا ذکر ہم آگے کریں گے مگر قبل یہ ظاہر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ بیگم بازار کی آبادی کب سے ہوئی ہے اور اسکی وجہ تسمیہ کیا ہے۔

بیگم بازار کی آبادی گلزار آصفیہ میں لکھا ہوا ہے کہ ابھی زندگان عالی حضرت غفرانہ میر نظام علیخان بہادر نزل سے بلدہ میں واپس تشریف نہ لائے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ علیا حضرت قدسیہ بیگم بیٹے عمرہ بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہ نے اوس

میدان وسیع میں بازار کی بنیاد قائم کی اور رہنایا کو قول دے کر دوکانوں اور کھانوں کی تیاری شروع فرمائی اعلیٰ حضرت بیگم صاحبہ کی راستی اور صداقت اور رہنمائی پروری اور ایفائے قول و قرار مشہور زمانہ تھا لہذا معاملہ دارا دروہایاڑی مقدمہ رکھ کر بھاری اور کیا بازاری اور شیخ اور کیا شاب بیان تاک کہ ادنیٰ اور اعلیٰ سب و اور مسلمان سب منتفق ہو کر حاضر ہوئے اور چھوٹے اور بڑے مکانات کی تعمیر میں اشتغال اور یہی وہ بازار ہے جو ان کے نام پر بیگم بازار مشہور ہے اور بیان لکھتی اور کر دیتی مہاجن موجود ہیں۔ صاحب تاریخ گلزار آصفیہ نے اگرچہ سنہ آبادی بیگم بازار کا نہیں لکھا ہے مگر یہ لکھا ہے کہ ابھی نواب میر نظام علی خان بہادر قلعہ نرل سے واپس نہیں آئے تھے کہ بیگم صاحبہ نے اوس کی بنیاد قائم فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۸۲۷ء میں آپ نے نرل کے قلعہ کا محاصرہ فرمایا تھا اور بارہویں صفحہ کو مراجعت فرما کر سترہویں تاریخ ای ماہ اور اسی سنہ کی تھی کہ آپ داخل بلدہ ہوئے پس حسب بیان تاریخ رشیدیہ بخانی ۱۸۲۷ء بارہویں گے جس میں بیگم بازار کا آباد ہونا شروع ہوا تھا۔

حال کی طعنائی کے قبل اسم پہلے لکھ آتے ہیں کہ قدیم حیدر آباد کی آبادی کی حیدر آباد کی آبادی۔ کیا حالت تھی اور ویران ہو جانے کے بعد کیا ہوئی۔

اور پھر آیا ہونے کے بعد کیا حالت رہی اور پھر اوس کی آبادی کب سے شروع ہوئی اور اب اوس کی آبادی کیسی عظیم الشان ہے اور عظیم الشان آبادی کس کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی اور یہ کس مدار المہم کی مالی دماغی کا نتیجہ تھا کہ آبادی روز بروز ترقی کرتی رہی حقیقت میں نواب مختار الملک سر سالار جنگ اول مرحوم اور مغفور نے صاحب قراہہ مدیر تپور کی اس تحریر پر عمل فرما کر کہ وزیر کو چاہئے کہ آبادی ملک کی

اور خاہست رعیت کی کرے حیدر آباد کی آبادی کے واسطے امن وامان کے وہ
 وسائل پیدا کر دے تھے کہ حیدر آباد کی آبادی ترقی اور فروغ پاتی ہی رہی یہاں تک کہ
 قدیم سے جو اس دارالسلطنت کو دستار دکن کہتے تھے جس طرح پر دہلی کو دستار بند
 اوس دستار زرین طرہ اب اوس کی یہی آبادی تھی جس کی وجہ سے حیدر آباد اپنے
 آبادی کے لحاظ سے تمام ہندوستان میں شہور ہو رہا تھا۔ صاحب تاریخ رشید الدین خانی کو صاحبزادہ
 جو ذیل رشید الدین خانی کا نور شید جاہی کے نام سے لکھا ہے اوس میں نواب صاحب
 مرحوم کے خاندانی حالات لکھ کر آپ کی عہد وزارت کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے اور
 یہ بھی اُس سیزانہ کا واقعہ ہے کہ سکس گور کہ اوس میں پانچ ماشہ یا چھ ماشہ تانا تھا اوس کو
 موقوف کر کے حالی روپیہ کوڑا بیچ کیا کہ حسین اڈائی ماشہ تانا اور باقی چاندی تھی۔ اور
 شولا پور کی ٹرک بنوائی کہ اوس کے سبب سے بمبئی کی مسافت بلکہ سے پانچ منزل
 ہو گئی موسی ندی سے ایک نہر نکال کر حسین ساگر کے تالاب میں ملا دی اور بہت سا
 روپیہ صرف کر کے دہلی دروازہ پر بنیال بنوایا اور اوس کے متصل حضرت بندگالغالی
 کے نام نامی پر افضل گنج یعنی ایک گنج بہت خوش وضع آباد کیا اور دو منزلہ دوکانیں
 عمدہ طور پر پختہ بنوادیں اور ان کے حوالی میں ایک مسجد خوبصورت تعمیر کی اور مختار گنج
 بھی آباد فرمایا اور اس طرف بیرون بہین زیادہ تر آبادی کا فروغ آپ ہی کے عہد
 وزارت سے شروع ہوا ہے اس کے بعد قدیم اور جدید حیدر آباد کا تذکرہ کیا ہے
 چونکہ اس تذکرہ میں وہ واقعات بھی درج ہیں جن کا ذکر ہم ادھر کر آئے ہیں۔ لہذا
 ان سے قطع نظر کر کے بقیہ واقعات کا تذکرہ ہم بھی کرتے ہیں۔ مثلاً اول دارالحکومت
 سلاطین قطب شاہ کا قلعہ محمد آباد عرف گوکنڈہ تھا کہ جس میں ابراہیم قطب شاہ کے

وقت میں آٹھ ہزار گز فیصل قلعہ کی معہ چار سو برج اور چوبترہ اور سرا اور مکانات
 آٹھ لاکھ روپیہ کی صرف سے تیار ہوئے تھے اور دروازہ آہنی بنایا گیا تھا بعد اوس کے
 حیدر آباد آیا دہوا اور یہ بلکہ تین پشت تک یعنی چھ قلی قطب شاہ بانی حیدر آباد
 اور سلطان محمد قطب شاہ بانی مکہ مسجد پھر عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن تانا شاہ کے عہد
 تک دارالسلطنت رہا مکہ مسجد بھی بنوائی ہوئی قطب شاہیوں کی ہے اور جس قدر باقی رہ گئی
 تھی اسکو عالمگیر نے بنوادیاتھا یعنی ایک لاکھ روپیہ عالمگیر کے عہد میں اس کی عمارت میں
 صرف ہوا اور نو لاکھ پہلے صرف ہو چکا تھا اور قطب شاہیوں کے عہد میں باغ لنگم ملی ایک
 لاکھ روپیہ کے مصارف سے اور گوشہ محل مع حوض تین لاکھ چالیس ہزار اور اضافی
 وغیرہ تیس لاکھ اور چوبی دوکانین اور مکانات چودہ ہزار وقف تھے مسافروں وغیرہ
 کے واسطے اور سن ۱۵۸۴ء میں عاشور خانہ جو سلطان عبداللہ قطب شاہ نے بارہ گز
 بلند بنوایا تھا جواب بادشاہی عاشور خانہ مشہور ہے اوس کی تیاری ۶۶ ہزار روپیہ
 صرف ہوئے اور بعد اختتام تعمیر بارہ سو روپیہ کا طعام بختہ اور بارہ من مصری بختہ
 کا شربت اور بارہ ہزار ہون نقد واسطے خیرات کے قرار پائے اور یہ بھی لکھا ہے کہ
 لنگر سونے کی زنجیر کا وقف مسکین اور فقرا کیا اور بارہ پلے کچھڑی اور بارہ من
 قند کا شربت بی بی کے علم کے واسطے مقرر ہوا پھر تانا شاہ نے آٹھ لاکھ صرف کر کے
 رود موسیٰ کے کنارہ چار محل تعمیر کرا دیا۔

اس مجموعی حالت پر قیاس کر کے مورخ نے لکھا ہے کہ یہ شہر اول اول بہت آباد
 تھا اور پھر دسی بلکہ اس سے کم بیان کیا ہے جبکی تفصیل اگر آئے ہیں پھر کہتے ہیں کہ
 اس شہر کی فیصل نہ مربع ہے نہ مستطیل اور نہ مدور ہے نہ بیضیائی جب اس شہر

کی نتیجہ ہوتی تھی تو اوس میں فیصلہ نہ تھی نہ گمان ڈرانے جس جگہ چاہا اسکو نسبت اختیار کر لیا۔ اس کے مطابق فیصلی تیار ہوئی تھی۔ اور اب شہر کا کیا کہنا وہ گلزار آباد ہے یعنی شہر کی آبادی کی حالت یہ ہے کہ مکان سے مکان ملا ہوا ہے اور محل آباد ہے اور مکانات کی یہ حالت ہے کہ خرید کرنے سے بھی مشکل پڑتی ہیں اور آرتھ ہیں تو درودر مخلوق ہیں۔ سہراہ تو مکانات کا لٹا دشتا ہے اور راستہ میں آدھوں کا ٹپ رہتا ہے خاص کر۔ پیر کے وقت تو بہت ہی کثرت ہوتی ہے۔ اور اس شہر کے پندرہ دروازے اور بارہ کھڑکیاں ہیں چھوٹے دروازے ہیں۔ اور بیرون بلدا بھی اب بھٹی آباد ہے اور کاروان کہ وہ قدیم بل کے دروازہ پر واقع ہے وہ بھی آباد ہے۔ غرض دہلی دروازہ سے کہ کوٹھی رزیدٹنی کے اوسی طرف مائل یہ شرق در میان دروازہ چار گھاٹا اور دروازہ دہلی کے ہے چار مغرب بادشاہی بل کے دروازہ تک ابھی آبادی ہے اور جانب مشرق سمت جنوبی تک۔ مابین جنوب و شرقی علی آباد کے دروازہ تک آبادی کسی قدر کم ہے اور یاغات اور عالیشان مکانات پھر اسی زمانہ میں اور امرائے ہین جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں اور اگرچہ ہی اس شہر آبادی ترقی کرتی جاتی تو اس شہر کی آبادی بھی دنیا کے مشہور اور معروف شہروں کے مساوی ہو جاتی۔

سندھوستان میں اور تجارتی شہر مشہور ہیں مگر یہ رئیسانہ اور شانہ شہر تھا جس کے دیکھنے سے قدیم زمانہ کے مسلمان بادشاہوں کا ساز و سامان اور آباد کئے ہوئے شہروں کا لطف اب بھی اس شہر میں دیکھنے والوں کو آجاتا تھا اب یہ شہر ایسی خوبصورتی اور خوشامی سے آباد تھا کہ اندرون بلدہ اور بیرون بلدہ میں صرف موسمی ندی ہی

حد فاصل تھی باقی دونوں کی آبادی گویا ایک ہو کر دوڑ تک چلی گئی تھی اور یہ کہ اس کی آبادی کی خوشنمائی اوسى کو خوب معلوم ہے جو اس شہر کو دیکھ چکا ہے مگر جب طرانیوں کا زمانہ باقی نہ رہا تھا اور ہر سمت امن و امان کا ڈنک بج رہا تھا اور قحط جو پڑی تھی وہ دفع کر دی گئے تھے وہ اسباب اب کہاں موجود تھے جن سے پہلے آباد ہو کر شہر ویران ہوا تھا اب یہی خیال رہ گیا تھا کہ اس شہر کی آبادی ہمیشہ ترقی کرتی رہے گی لیکن کہوت موسیٰ ندی جس کو انگریزی میں پور بیغے غریب ندی کہنا چاہئے اس کی طاقت طغیانی کی وہی رہی یعنی جیسا ستم ڈھاتی ہوئی وہ ہمیشہ سے چل آتی ہے اب بھی اس نے سب طغیانوں سے بڑھ کر شہر پر وہ ظلم اور ستم کیا کہ اوس کی سفاکی ہمیشہ یاد رہے گی باوجود اس کے کہ حسین ساگر اور تالاب میر عالم میں موسیٰ ندی سے نہرین کاٹ کر ملا دی گئی تھیں پھر بھی وہ زور و شور اور وہ طغیانی اور سیلاب کہ پناہ نہ دے۔

باب نمبر ۱۰

اب سیلاب موسیٰ ندی سے بریادی

یہ شہر جو آباد اور پر رونق تھا اور عروس البلاد مشہور اور یہ کہ اس میں چار لاکھ اڑتالیس ہزار چھ سو چھاسی آدمیوں کی آبادی تھی اور بیرون اور اندرون ملیو کی آبادی چھ بیس سے مل میں پہیلی ہوتی تھی اور ایک لاکھ دو ہزار ستتر مکانات علاوہ ان مکانات کے جبکہ گئس دس روپیہ سالانہ سے کم وصول ہوتا ہے اور اس کمی کی وجہ سے مکس زمین لیا جاتا وہ چھتر زون میں سیلاب کے باعث اس طرح پڑتا

ہوئے کہ بیس ہزار سے زیادہ مکانات اور دوکانیں مسمار ہو گئیں اور جان و مال کا نقصان اس درجہ ہوا کہ اس کا صحیح تخمینہ غیر ممکن ہو گیا ہے۔

جن طغیانوں کا حال ہم پہلے لکھ آئے ہیں ان میں ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء کی طغیانی اور ۱۳۲۶ھ میں ۱۹۰۸ء کا حال اس وجہ سے شامل نہیں کیا کہ پھر بلندہ فرخندہ بنیاد کی آبادی اور رونق کا خوش نفاظ ٹوکھنچ کر ان طغیانوں کے حالات کا اظہار مقصود تھا جب کا ذکر حسب ذیل ہے۔

موسمی کی طغیانی ۱۳۲۱ھ میں جو طغیانی ۱۳۲۱ھ میں بعد حضور بنندگان مطابق ۱۹۰۳ء میں بروز دوشنبہ یعنی ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۳ء کی رات کو بوقت

۳ بجے شب آئی اس میں اور ۱۹۰۳ء کی طغیانی میں ۸ دن کا فرق ہے باقی پچھلی رات کو وہ بھی آئی تھی اور یہ بھی جیسا کہ لکھنے والے لکھ گئے ہیں کہ دوشنبہ کے رات کو تین بجے موسمی ندی کو اس قدر طغیانی ہوئی کہ نواب سالار جنگ مرحوم کے باغ اور بیگم بازار اور کولہ واڑی اور کاروان اسپان اور کلنڈی اور عثمان شاہی میں پانی ہی پانی نظر آتا تھا اور ایسی مہیب آواز آتی تھی کہ اکثر لوگوں کی نیند میں خلل پڑا ندی کے مغرب کی جانب جو دوکانیں سیندھی دنیہ کی تھیں وہ اور ان کے علاوہ کثرت کے ساتھ مکانات منہدم ہو گئے۔ بیرون دروازہ چادر گھاٹ جو پختہ اور نولتیم مکان کسی تحصیلدار کا تھا وہ بھی ندی کے نذر ہو گیا۔ ندی میں آدمی بہتے ہوئے دیکھے گئے۔ اور اندرون اور بیرون بلدہ میں جو مکانات منہدم ہوئے ان کی تعداد ۳۰۰۰ ہے اور پانچ لاکھ روپیہ کا نقصان اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ کا نقصان ان کا ہے جو مفلس میں اس طغیانی کے قبل ۱۳۱۹ھ میں بھی بارش نہیں ہوئی تھی اور ۱۳۱۹ھ

مین بارش ہوئی تھی مگر کوا کیسا نہ تھی۔

اس طغیانی کو: اس زمانہ میں لوگ کہتے تھے کہ اس سے پہلے ایسی طغیانی کبھی نہیں دیکھے حضور نبذ گانغالی نے اس زمانہ میں بھی توجہ شانمانہ مبذول فرمائی اور مکانات منہدم کے معاوضہ کا حکم صادر فرمایا جس کے ثبوت میں چند فقرات فرمان اعلیٰ حضرت نبذ گانغالی پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) محکمہ افضل گنج اور لایق الدولہ کے پل کی کیفیت موصول ہو کر رنج ہوا (۲) حافظ حقیقی کا مین شکر ادا کرتا ہوں کہ ان پلون پر سے چلنے والوں کی جانیں بچ گئیں اور ندی کی طغیانی کم ہونے کے بعد پلون میں نقص آیا (۳) اندون پلون اور دوسرے پلون کی پختہ مرمت اور توسیع کے واسطے کوئی تدبیر حلیہ پیش ہو (۴) ہماری راہ میں ندی کے نزدیک نزدیک کے جس قدر مکانات سیلاب کی زور سے سمار ہو گئے ہیں ان کو جہاں تک ممکن ہو دوبارہ تعمیر ہونے دیا جائے بلکہ ندی سے فاصلہ پر مکان مکانات سگے معاوضہ میں زمین دے کر مکانات تعمیر کرنے کی ترغیب دی جائے تاکہ آئندہ طغیانی کے حالت میں مکانات کو سیلاب صدمہ نہ پہنچا سکے (۵) جن غراب کے مکانات ندی کی طغیانی یا بارش کی کثرت سے منہدم ہو گئے ہیں اور وہ دوبارہ تعمیر کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ان کی امداد سرکاری طور پر خواہ کسی طرح پر بھی ہو ضرور کرنا چاہئے (۶) اس بارہ میں جتنی جلد ممکن ہو مناسب تجویزین پیش کر کے منظوری حاصل کرنا چاہئے۔ اور حکم صفائی کو ٹاکیہ دیا جائے کہ ان سے جہاں تک ممکن ہو آفت رسیدہ غراب کو برابر تسلی اور تسفی دیتے رہیں اور ضروری امور میں تا امکان ان کے مدد کریں (۷) ندی کے سیلاب سے اور بارش کی کثرت سے مکانات کے منہدم ہونے اور مال و بیہودہ کے

تصفیہ نے فی کیفیت جو عجب کو متواتر پہنچتی رہی اس سے عجب کمال پریشانی رہی
 خداوند عالم کا شکر ہے کہ بارش موقوف ہو گئی اور پانی کے طغیانی کا اثر اس حد تک نہ
 ہوا جیسا کہ حسین ساگر اور میر عالم کے تالابوں سے شمل محتاج قدر عجب کو اس وقت تک اطلاع
 ہوئی ہے بلکہ مین اور اطراف بلکہ مین آپ نے اور ہر ایک عہدہ دار ماتحت نے اپنی
 نازک وقت میں اپنے اپنے فرائض میں کوشش بلیغ سے دریغ نہیں کیا جہاں تک
 ہوسکا سیری عزیز رعایا کے جان و مال کا خیال رکھا اندرون اور بیرون کو تو الی کو تاکید
 کر دینا چاہئے کہ اُن سے جہلن تک ہو سکے مصیبت زدہ غربا کو تسلی اور تشفی دیتے رہیں
 اور ضروری امور میں حتی الامکان اُن کی مدد کریں۔ اس طغیانی کے خراب اثرات
 کے دفع کرنے میں عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر مدارالمہم نے بڑی بڑی کوششیں فرمائی
 محضین اور عہدہ داروں میں اسے پالکند صاحب حال جج ہائیکورٹ نے اپنے اعلیٰ دماغی
 اور اعلیٰ قابلیت سے اس زمانہ میں جن تجاویز کو پیش فرمایا تھا وہ تجاویز نہایت بیش بہا
 اور کارآمد تھیں اور اُن پر کم بیش عمل بھی کیا گیا تھا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ
 بھی ایک بڑے لائق اور قابل عہدہ دار سرکار آصفیہ میں مین معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ
 میں آپ بوجہ ہائیکورٹ کے کاموں کے شریک رلیف کمیٹی نہ ہوئے ورنہ آپ سے
 بڑی مدد رلیف کاموں میں پہنچتی۔

یہ انتخاب جو مشیر کن سے کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت بندگائے الٰہی کو
 ازراہ مراحم خرواندہ اپنی رعایا کے آرام و آسائش کا کدر جب خیال شب و روز رہتا
 ہے یہ طغیانی کو یاد نہ کی صداقتی۔ حال کی طغیانی کے واسطے اور تجویزین بہت
 مہم مین مگر سلیک کو اطلاع نہ ہونے سے معلوم نہ ہوا کہ اُن تجویزوں پر عمل کیا

ہوا تھا اور جب قدر معلوم ہوا وہ یہی ہے کہ ندی کے کنارہ کنارہ مکانات بدستور قائم ہوئے
 رہے جبکہ نتیجہ یہ ہوا کہ حال کی طغیانی نے تمام مکانات کو سمار کر کے رکھ دیا اور یہ طغیانی
 غضب کی طغیانی تھی کہ جس سے اندرون و بیرون بلدہ کی تجارتی اور کلکار اور آبادی
 ویران پڑے ہیں اور یہ طغیانی بگل حال ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ یہ تو ایسی طغیانی آئی کہ
 دنیا میں طغیانی سے ایسی بربادی سوائے امریکہ میں ایک شہر کے اور کسی شہر میں نہیں ہوئی
 ہے۔

طغیانی رود موسیٰ یکم رمضان المبارک | یہ محشر انگیز اور قیامت خیز طغیانی اس
 ۱۳۲۶ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۰۸ء بروز دوشنبہ | زمانہ میں نمودار ہوئی اور ایسا سیلاب آیا کہ
 بس اسی کو خاتم سیلاب موسیٰ ندی کہنا چاہئے۔ اس کے قبل بھی بارشیں ہوتی تھیں اور
 قحط پیدا ہو چکا تھا جن لوگوں نے بچشم خود دیکھا وہ اس کے حالات اور واقعات یوں بیان
 کرتے ہیں چار دن تک شب و روز بارش کا سلسلہ قائم رہا اور آخر کار بروز یکشنبہ ۲۲
 آبان ۱۳۲۶ صبح کے نو بجے سے موسیٰ ندی میں پانی کا بڑھنا شروع ہوا چار بجے شام
 تک ندی میں اس قدر پانی آگیا کہ دہلی دروازہ کے اندر تک پہنچ گیا اور پل کے نیل پایہ
 ڈوب گئے اور پانی کی دھارا اور تیزی آگاہ کرتی تھی کہ ابھی بڑھ گیا اور رنگ لائے گی اور منٹ
 منٹ پر پانی بڑھتا جاتا تھا مغرب کے بعد طغیانی اس درجہ بڑھ گئی کہ پلوں کی کمانیں گھٹیں
 اور پانی جوش و خروش کے ساتھ ٹکڑیوں میں کھا کر پیچھے ہٹنا شروع ہوا۔ رات کو بار بجے کے بعد
 تو پانی اس قدر بڑھ گیا کہ پل پر سے بہنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ یکم رمضان ۱۳۲۶ھ
 بروز دوشنبہ صبح نمودار کیا ہوئی۔ حیدر آباد میں قیامت آگئی اور پانی اس درجہ
 بڑھا کہ نئے پل کی جانب یوسف بازار اور پھتہ اور پھر ٹیہتے ٹیہتے پتھر گئی ٹک یعنی

مکرم الدولہ کی ڈیوڑھی کی کمان تک بڑھ آیا اور چھتر کی جانب مختار الملک بیاہر کی کمان تک پہنچ گیا اور پائے پر کی جانب بدرون کی سرانگہ پانی آگیا اور اس کے تیزی کی آخری رفتار ہمیں تک رہی بالآخر اس ملکبانی کا سلسلہ دو شاخوں میں ہو کر بدرون دائرون بلکہ بین اس طرح سپرداری ہوا۔

اندرون بلکہ | پانی سنڈی گندے قریب سے فیصل توڑ کر شہر میں آگیا ہزاروں آدمیوں کو غرق آب اور ہزاروں مکانوں کو ہندم کرنے لگا۔ اور بدرون کی کھڑکی اور بھرون کی گلی اور کوچہ میر سانی خان اور احاطہ رشید الملک بہرے مقامات پانی کے دھارے میں آگئے جو ہری گلی اور گاہ موسیٰ صاحب قادری اور اسکے اطاعتین تحنیا چار گز پانی تھا اور گھانسی میان کے بازار میں دس گز کی بلندی سے پانی بہہ رہا تھا اور دور الملک کا مکان بچہ ایک طرف کے حصہ کے تمام ہو گیا اس محلہ کے اکثر باشندے تو بھاگ گئے لیکن اکثر اہل خانہ پولس جو شیر و شے گئے تھے وہ بہہ گئے چیلکہ برج بیان بجز شہنشاہ کے پتھرون اور بڑی بڑی چٹاؤں کے اور ریت کے تودوں کے کچھ بھی نہیں رہا اور چار محل کا دروازہ اور چھپا دروازہ اور چار محل کے دروازہ کے دولوں پٹ بہہ گئے۔ جن کا پتہ بھی نہیں اور محبوب کی مہندی یعنی حضرت محبوب بھانی کی مہندی میں اندرون پانی بھرا ہوا تھا۔ چیلہ پورہ کے تمام مکان سمار ہو گئے۔ اور ماہ جیلہ کے بچاٹ تک پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔

غالب جنگ کی ڈیوڑھی اور سیٹھوں کا لاوہ بیان تحنیا نو گز پانی پڑ گیا تھا بجز ایک سیٹھ کے بلند بنگلہ کے افسر مکانات غارت ہو کر رہ گئے صرف اسی اونچے بنگلہ پر پانوں عورت اور مرد پناہ گزین تھے اور اس میں باغ زچگی خانہ کی

عمارت کا کچھلا حصہ سب کا سب غارت ہوا اور اس عمارت کی چہت تک پانی چڑھ گیا تھا بادشاہی عاشور خانہ میں چہرگز پانی چڑھ آیا مگر اس پرانی عمارت کو کچھ بھی صدمہ نہیں پہنچا مجلس عالیہ عدالت اس میں ٹھہرا پانچ گز پانی تھا اور دفتر تمام تر ہمو گیا۔ مگر الملوکہ کی ڈیوڑھی کے روبرو پانی آگیا اور یہی صدمہ تھی اور دیوان کی ڈیوڑھی میں چہرگز پانی تھا جس سے سامنے کا دیوان خانہ منہدم ہو گیا اور چھ بھی ہوا کہ دیوانی بلیدہ تک پانی چڑھ گیا۔ اس طرح پر کہ چہت مختار الملک کی کمان تک پانی تھا اور دفتر فوجدار کا بلیدہ بجز کچری نظامت سوم کے سارے کا سارا نذر سیلاب ہوا یوسف بازار میں خوشنما دوکانیں بھی منہدم ہو گئیں اور بہت سے آدمی ضایع لکڑی کوٹ اور نصف حصہ دارالشفا کا غرق آب ہو گیا اور راجہ کے احاطہ تک پانی چڑھ آیا اور نیا محلہ توپوں کا پورا تباہ ہو گیا۔ چادر گھاٹ اور ملک پیٹ یہ علاقے نصف کے تباہ ہوئے۔ اور اس محلہ میں شاہ دزدان آدمی ضایع ہوئے ہیں یہ شاخ پھر گھوڑوں کی روند سے ہوتی ہوئی ندی میں مل گئی۔

میرون بلیدہ | حصار سی بنگلہ گھوڑ دوڑ جیا گدہ اسی مقام سے سیدھی دھار تھے اور مکان فعل صاحب ریتی کا نا کہ پٹہ کا چہرہ ترہ میر عثمان کی ڈیوڑھی ان سب مقاموں کو پانی کی طغیانی نے بالکل ویران کر دیا۔ جہتی کا چورانا اور گھوڑوں کا کاروان لیا بھی پانی چڑھ آیا بھاجی منڈی منڈی مستعد پورہ کا غلامی گدھی گو شہ محل اور توپ خانہ میں پانی آگیا بہت سے لوگ بذریعہ شتی آوارہ گئے۔ ترب بازار لڑاپ حاکم الملوکہ کے مکان محادی بنگال تک پانی تھا چوڑی بازار بنگلہ بازار سدھی عین بازاران بازاران میں چار گز پانی کا تھیمہ کیا جاتا ہے محبوب گنج میں غلامی قسم کا غارت ہو گیا اور مکانات

کرے علاوہ اسکی بدبو اس قدر تھی کہ راستہ پہنچنا دشوار ہوتا تھا افضل گنج مین تمام دکانین اور بازار منہاج اور دواخانہ افضل گنج منہدم ہو کر ایک تو وہ خاک کا بن گیا نیلما نہ اور عبداللہ کار سا کہ گولی گڑھ اس محلہ میں جو پتھر کی مسجد مشہور ہے اس کے مینار تک پانی دوڑ گیا تھا جام بلخ اور صفائی کی ورک شاپ بھی پانی سے محفوظ نہ رہی۔ اور محی الدین پادشاہ کا بلخ اور کوئٹہ رزیدلہی کا نصف حصہ برباد ہوا تار آتش کے آگے دھنڈا جو ملی پریس تک پانی تھا اور رزیدلہی تاکہ کے سامنے والے برج کا نصف حصہ پانی میں غرق ہوا اور فیاض علیخان صاحب کا بنگلہ بجز اس حصہ کے سب کچھ برباد ہو کر تین مسمار ہو گیا اور چیل بازار اور کھلی جیل یہ بھی ویران ہے اس ندی کی طغیانی دو شنبہ کے چہرے صبح سے بارہ بجے دن تک ترقی پر ہی پھر پانی کا تار شروع ہوا اور رفتہ رفتہ بعد خرابی بصرہ اتر گیا یہ تو حیدر آباد کے باشندوں کے بیاہ کی ہوئے حالات ہیں اور یورپین نامہ نگاروں نے جو حالات لکھے ہیں بھی حسب ذیل ہیں۔

کبھی دارالسلطنت حیدر آباد کو یہ صدمہ نہیں پہنچا تھا جو اب سیلاب سے پہنچا ہے دروز کی کیفیت کچھ تم دید بیان ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ موسی ندی میں پانی کا بلند ہونا افضل گنج اور چادر گھاٹ کے پل کے پاس اور اس کے کنارہ پر جو زیادہ آباد مقامات ہیں وہاں بھی پانی کا پھونچنا جس سے لوگ بہت پریشان پائے جاتے تھے ایک سلسلہ بارش کا قایم تھا جو رکنے میں نہیں آتا تھا۔ افضل گنج کے پل سے پانی نہایت شدت کے ساتھ بہ رہا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ پانی کی ایک دیوار ہے کہ چلتی ہوئی نظر آ رہی ہے افضل گنج کے پل اور چادر گھاٹ کے پل سے ایک ہولناک گرج اور دھڑا کہ پہلے ہوا اور پھر دونوں پل ٹوٹ کر رہ گئے۔ اور ایک سیلاب افضل گنج

ٹوٹ پڑا جس نے اس آیا گنج کو ویران کر دیا افضل گنج کے پل سے چند گرسکے فاصلہ پر افضل گنج
 کا اسپتال تھا سیلاب کا اثر سب سے پہلے اس پر ہوا اور وہ گر پڑا اور جو بہت سے بیاڑکین
 تھے معلوم نہیں کیا وہ کیا ہوئے یہ بے رحم اور سنگدل سیلاب شدت کا بے تحاشہ قدم بڑھاتا جاتا
 تھا اور جو چیز سامنے آتی تھی اس کو اپنے ساتھ بہا لیتا تھا بڑی بڑی ٹرکیں، ٹرکین اور چھوٹے چھوٹے
 کوچ سب اس کی نذر ہوئے مکانات، یون گرہے تھے جیسے درخت، پتے جھڑتے ہیں نہرا
 آدنی بگھرائے ہوئے بھاگ رہے تھے اور اون کے عقب میں سیلاب یون دھڑا جاتا تھا
 جیسے برف کسی پہاڑ کی چوٹی سے ڈھلک رہا ہو سیکڑوں آدمی یا تو فوق یا گھر دن میں دساکر
 مر گئے یا دوڑ دھوپ میں پامال ہو گئے بعض پختہ حویلیاں بچی ہوئی ہیں جن پر پانی کا نشان
 ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سیلاب آخر قدم عمیق تھا جس طرف دیکھا ادھر قیامت کا نمونہ نظر آتا
 تھا کہ کین کسی درخت سے مردہ اٹے ہوئے تھے کین پھوئے اور شکل بدلتے ہوئے مردہ
 ندی میں نظر آتے تھے کئی سیل تک بے خانان لوگ گویا میدان حشر میں بے سرو سامان کھڑے
 ہوئے تھے۔ عجیب عالم رقت طاری تھا اور کمال درد انگیز حالت تھی۔ چھتیس گھنٹہ میں پندرہ
 انچ بارش ہوئی اور طغیانی نے ہوکا عالم پیدا کر دیا افضل گنج کے قوی میل پل کا ٹوٹ جانا
 حیرت پیدا کر رہا ہے اس کے بڑے بڑے ستون اوکھڑ کر گر پڑے تھے۔ جب میں چادر گھا
 کے پل سے گزرا تو دیکھا کہ شہر کے مشرقی جانب سب ویران پڑا ہے یہاں تک کہ نہ ٹرکین
 ہیں نہ کوئی راستہ ہی باقی ہے جو لوگ خاص مکانات والے ہیں انہیں بھی اپنے مکانات
 کے مواقع کا پہچاننا دشوار ہو رہا ہے ایک مسجد کے روبرو کئی مردہ رکھے ہوئے تھے
 یہ وہ مسجد ہے جو شہر میں چادر گھاٹ کے پل سے داخل ہوتے ہی ملتی ہے مگر اس سے بڑھکر
 ستم مغربی حصہ شہر میں ہے وہاں تو فقط ایک ہوکا میدان ہے ندی نے جو مغرب سے

مشرق کی جانب بہتی ہے مغربی حصہ کو تاراج کر دیا محل مستعد پورہ اور کاروان کو بھی حصہ پہنچا اور کوٹھڑیہ زمانہ ہسپتال جو چارپائی لاکھ روپے کے مصارف سے تیار ہوا تھا وہ بھی گر گیا۔

اس طرح پر یہ شہر سمار اور ویران ہو کر رہ گیا اور وہ خود ہی ایسی ویرانہ حالت پر آباد ہند یہ شہر ٹپک رہا ہے۔

کاروانم - گنیش زمیدان شہر وچ نہ پتھش کھنڈ پانام و نٹانم اہیست
اب وہ محلات جو برباد ہوئے ہیں ان میں سے بعض کی وجہ تسمیہ یہاں تک معلوم ہوئی ہے لکھی جاتی ہے۔

گھانسی میان کا یازا را یہ ایک عظیم الشان محلہ اندرون شہر تھا اور اس میں اور محلے بھی شامل ہو گئے تھے جس سے اس کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی مگر ندی کے کنارہ واقع ہونے سے کہتے ہیں کہ اس میں آدمی بہت مرے اور پھر تمام محلہ سمار ہو گیا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکو گھانسی میان نے آباد کیا تھا۔ اور انہیں کے نام سے بازار شہر ہے اور گھانسی میان کا خطاب سردار الملک بہادر تھا اور آپ برادر نسبتی شمس الامراتیخ جنگ بہادر تھے اور ان کو بعد حضرت غفراناب حضور نذگالغانی میر نظام علیخان بہادر سات ہزار سوار اور پیادوں کی انگری سپہ دہتی اور آپ مصاحب اور مقرب تھے اور باریاب حضور اس سے منصب ہفت ہزاری و علم و تقارہ و نشان و نوبت و پالکی بھالدار اور خطاب ملکی سے مخاطب تھے مگر مہدوی طبقہ سے عداوت چلی آتی تھی وہ آپ کے درپے قتل تھے پس ہ محرم الحرام ۱۱۸۸ھ میں جبکہ آپ عاشور خانہ مہر نزابائی عرف نہنی جی ہندوستانی جو آپ کی لازمہ تھی اور آپ اس کے عاشور خانہ میں تمام رات مرثیہ سنتے تھے۔

تشریف فرما تھے تو اس وقت چار آدمی آئے اور آپ کو تلواروں سے زخمی کیا اور یہ کام کر کے چلے گئے اور جب آپ کی وفات ہو گئی اور آپ کی نعش مکہ مسجد میں آئی تو خلیفہ کا انہوں نے اس درجہ تھا کہ جگہ نہیں ملتی تھی پس یہ وہی گھانسی میان میں جنہوں نے اس بازار کو آباد کیا تھا اور یہ وہی بازار ہے جو پہلی طغیانی میں مسمار ہو گیا تھا اور اب بھی دیران ہو گیا ہے۔

احاطہ رشید الملک | رشید الملک کا احاطہ جو اس سیلاب سے مسمار ہوا ہے اس کی نسبت لکھا ہے کہ وہاں چار گز پانی تھا یہ وہی احاطہ ہے جو آپ نے پرانے پل کے قریب بلند راستہ پر دو عمارتیں عالیشان اور ایک خانہ باغ بنوا کر قائم کیا تھا اور وہیں ان کا مسکن اور مقام تھا اور بعد آپ کے انتقال کے پھر یہ احاطہ آپ ہی کے نام سے مشہور ہو گیا تھا اور آپ عہد میں مغفرت منزل کے اپنی موروثی خدمت دارالانتفا پر سرفراز اور محتار ہوئے تھے۔

چادر گھاٹ | اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں ایک چادر پانی کی ہمیشہ سے جاری رہے پس اسی خیال سے اسکو چادر گھاٹ کہتے ہیں اور جو پل بنا ہے وہ چادر گھاٹ کا پل کہا جاتا ہے۔

ڈیوڑھی نواب سالار جنگ بہا | ایک انگریزی نامہ نگار نے لکھا ہے کہ یہ مشہور تاریخی محل ہے اس کے دو بڑے سنگین دروازے ہیں اس میں ایک پتھر کا حوض ہے جس میں سنگ مرمر کی تصویریں ہیں اس کے مغرب میں ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس میں نواب سالار جنگ اول صغریٰ میں پڑھا کرتے تھے اس سے ملا ہوا آئینہ خانہ ہے جس میں ستونوں سے لیکر چیت تک آئینے بڑے ہوتے ہیں آئینہ خانہ کے بائیں مغربی جانب ایک کمرہ ہے جس کو چینی خانہ بھی کہتے ہیں اس میں قیمتی ظروف اس طرح چنے ہوئے ہیں کہ دیوار میں نظر نہیں آتیں چینی خانہ سے ملا ہوا خزانہ اور خزانہ سے ملا ہوا دیوانہ خانہ ہے

تو ایشیائی طریقہ پر آراستہ ہے آئینہ تاج کے اوپر ہی ایک کمرہ ہے حسین تاج ویدستین اور عجیب و غریب تصویریں پتلا فلک کے سپرد ہیں کپڑا زمین ایک چھوٹی سی مسجد جی ہوتی ہے غرض یہ ہے کہ اس میں بھی پانی آگیا تھا اور دلیرا روں کو بجا بہت صدمہ پہنچایا۔ یہ وہی دیوانہ عایشہ ان مع جینی خانہ و آئینہ خانہ ہے جس کو لوہاں میں لگا کر بھارت نے بنوایا تھا اور اسی وجہ سے وہ تاج کی عمارت مشہور ہے۔

بارہ درہ میر عالم | یہ بارہ درہ کی کمارہ موسیٰ کے اندر واقع ہے اور پہل افضل گنج کے قریب اسکو میر عالم کی بارہ درہ اس واسطے کہتے ہیں کہ آپ ہی نے اسکو بنوایا تھا اور بعد ختم عمارت آپ یہ شہ پڑا کرتے تھے۔

ساختم جہاں کے کہ تا صاحبہ نے منزل کند ورنہ مائل عمر خود گرفت آئی گل کند اس کے متعلق ایک باغ بھی تھا اور اس بارہ درہ اور باغ میں سیر کے واسطے اور جنگ بازی کے لئے لوگ آیا کرتے تھے مگر ایک مرتبہ فساد ہو جانے سے لوگوں کا آنا بند کر دیا گیا۔ اس طغیانی سے بارہ درہ محفوظ رہے مگر باغ ویران ہو گیا ہے۔

بارہ درہ موصوف ۱۲۱۵ء میں خلعت مدار المہامی سے سرفراز اور مختار ہوئے تھے بعد اوس کے سارٹھے چار برس میں انہوں نے منیج اور عمارت کے اس بارہ درہ کو بھی بنوایا تھا۔

عاشور خانہ | یہ شاہی عاشور خانہ ہے جو قطب شاہیوں کی نہ ہی یادگار ہے اور اب تک عاشور خانہ کے لوازمات سے مزین ہے یہاں بھی اس طغیانی سے پانی آگیا تھا مگر عاشور خانہ محفوظ رہا اور اس کے ادھر ادھر کے مکانات گر گئے ہیں اور اسکو باہ محرم ۱۱۹۳ھ میں جب حسب عادت غفراناب نواب نواب نظام علی خان بہادر نے واسطے زیارت حسینی علم و زیارت

تہ سکتا و لنگر فائزہ رونق افروز ہو کر نذر پیش کی تھی تو اسی عاشور خانہ کی جو بے مرست اور خراب پڑا ہوا تھا مرست کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام دیکھاں مرست ہو گئی اور روشنی اور علم اور تعزیر اور مشیر خوانی اور جو عن و سخن و نقار خانہ کے واسطے رقم معتد بہ مقرر فرمادی۔ درگاہ شاہ موسیٰ صاحب قیادری ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اس درگاہ کے احاطہ میں چار گز پانی تھا یہ درگاہ حضرت شاہ موسیٰ صاحب قیادری کی ہے جو ۱۵۲۷ھ میں تشریف فرما ہوئے تھے اور ۱۵۲۸ھ میں وفات پا گئے۔ یہ درگاہ اور احاطہ آپ ہی کا ہے یہاں پانی پہنچ گیا تھا۔

سراے بواہیر شریف | یہ سراے قطب الدین کے وقت کی ہے اور اب بواہیر کی سراے جو مشہور ہے وہ اسوجہ سے ہے کہ حضرت مغفرت مآب نواب میر نظام علیخان بہادر آصفیہ ثانی کے ہمراہ یہ قوم بندر سورت سے بلدہ میں آئی اس نے اسی سراے میں قیام کر دیا اس سے یہ سراے مشہور ہو گئی اور یہ وہی سراے جس کو اس طغیانی سے نقصان پہنچا ہے۔

یوسف گنج | یہ گنج مریدانہ لواء بہار جنگ کے نام نامی سے آباد ہوا تھا مگر اس طغیانی سے وہ بالکل منہدم ہو گیا اور اس کی خوبصورت اور خوشنما دو کائین خاک میں مل کر رہ گئیں۔

اندرون بلدہ کے بڑے بڑے محلات تھے جن کا ذکر کیا گیا اور زمانہ استیصال جو شہزادہ ولیعہد بہادر انگلستان اور سندھ و ستان کی تشریف آوری حیدر آباد کی یادگار میں بنا تھا جو بہت عمدہ عمارت تھی وہ بھی گر گیا ہے۔ اب بیرون بلدہ کے بعض محلات اور بعض عمارات مشہور مذکورہ کیا جاتے ہیں۔

افضل گنج | یہ گنج نہایت آباد اور پر رونق تھا اور اسکو نواب مختار الملک بہادر

مرحوم نے اعلیٰ حضرت حضور نبد گانعالی نواب افضل الدولہ بہادر مغفرت مکان کے نام

نامی اور اسم گرامی سے منسوب کیا تھا یہ وہی افضل گنج ہے جو اب دیران ہو گیا ہے

علیٰ حد مختار گنج حکو نواب مختار الملک بہادر نے اپنے نام پر آباد کیا تھا اسکو بھی سخت

نقصان پہنچا ہے اور سدی عنبر کا بازار جو آپ کے خاندان کے نام سے آباد ہوا ہے

وہ بھی مسمار اور دیگر کلات جن کا الحاق ان گجوں سے ہے وہ بھی دیران ہو کر رہ گئی ہو

ریڑنی | پہلے یہ باغ شمشیر جنگ اعتقاد الدولہ بہادر کا تھا اور کوٹھی بھی اس میں

واقع تھی اس میں صاعقین ریڑنیٹ فوگش ہوا کرتے تھے وہی باغ جس میں کہ اب انگریزی

کوٹھی بھی تیار ہو گئی تھی۔ مگر جسے ریڑنی مشہور ہے اسکو بھی اس سیلاب سے سخت

پہنچا ہے اور ایک جانب کی دیوار کھنڈ ہو گئی ہے۔

کولسہ واڑی | یہ محلہ موسیٰ ندی کے بالکل کنارہ واقع تھا اس کی وجہ تسمیہ یہ

ہے کہ یہاں کولسہ زیادہ فروخت ہوتا ہے اور حیدر آباد میں کولسہ کو ملکہ کو کہتے ہیں اس

سے اس کا نام کولسہ واڑی کیا گیا۔ یہ محلہ آباد تھا مگر اب بالکل دیران ہو گیا ہے۔

گولی گوڑہ | اس محلہ میں دودھ دہی بیچنے والے زیادہ رہتے تھے اس سے اس کو

گولی گوڑہ کہتے ہیں یعنی گوڑیلے یہاں آباد تھے اب اس محلہ کا نام محبوب پورہ

کہا جاتا ہے یعنی اس کا نام بدل کر فرمانروائے حاکم حیدر آباد کے نام پر رکھا گیا

اسکو بھی بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے۔

سیلاب عظیم کے وجوہ اور | اس سیلاب سے حیدر آباد میں جو نقصان عظیم

اسباب کے ہوا ہے اور اس کا ذکر یہ خط لکھ کر آئے ہیں اس کے

ذیل میں یہ بھی ظاہر کر دینا مناسب ہے کہ اس سیلاب کے وجہ اور اسباب کیا ہیں کہ
 ان سے شہر نصف حصہ کے قریب دیران ہو گیا ہے تحقیقات سے معلوم ہوا کہ حیدرآباد
 کے مغربی جانب شہر کے حدود سے تین میل کی مسافت پر ایک مقام پر موسیٰ ندی
 میں عیسیٰ ندی آکر مل گئی ہے اور یہ وہی عیسیٰ ندی ہے جسکو سالنفل کے نام سے ہم اوپر
 لکھ چکے ہیں ان دونوں ندیوں کا پانی جس مقام پر ملتا ہے اس کے بعد سے اس کا
 دھارہ موسیٰ ندی کا دھارہ ہو جاتا ہے عیسیٰ ندی کے منے کے پیشتر موسیٰ ندی میں جب قدر
 رقبہ کا پانی آکر گرتا ہے اس کی پیمائش ۳۲۰ میل مربع میں ہے اور عیسیٰ ندی میں ۵۳۰
 میل مربع کا پانی آتا ہے۔ موسیٰ ایک طولانی ندی ہے جو قار آباد کے جنوب مغرب
 جانب آٹھ میل کے فاصلہ سے بلند ہوتی گئی ہے۔ اور نظام اسٹیٹ ریلوے لائن کے
 برابر شنکر پل تک چلی آتی ہے وہاں سے اس کا رخ جنوب مشرق کی جانب حیدرآباد
 کی طرف پھر گیا ہے۔ اس کا مقعر لمبا اور تنگ بے اور جو اور ندیاں اس میں آکر مل گئی ہیں
 وہ بے حقیقت ہیں عیسیٰ ندی کا منبع اس مقام سے جہاں وہ موسیٰ ندی سے آکر ملا
 ہے صرف دس میل آگے پایا جاتا ہے لیکن اس کی معاون ندیاں بڑی ہیں اور اس کا
 عام رخ شمال و مشرق کی جانب واقع ہوا ہے۔

ملک کا جو حصہ اس مقام پر واقع ہوا ہے اس میں بلندی کے بعد پتی لیکا ایک بڑی
 ہوتی نظر آتی ہے اور مٹی بھی ایک خاص قسم کی ہے جو بہت جلد پھول اٹھتی ہے عیسیٰ
 ندی میں جو اور ندیاں آکر ملی ہیں ان میں نیتر ندی سب سے بڑی ہے اور جیل میں جوڑی
 آکر گری ہے اس کا نام پرتی ہے اس مقام پر اور بھی کثرت سے تالاب ہیں جن میں سے
 جڑا تالاب پلموکل کے نام سے مشہور ہے ۲۸ ستمبر کو یہ سب تالاب اوبل کر بہہ نکلے

اور پتی ندی کا پانی پانچ بجے اوہل پڑا کچھ اس وجہ سے اور کچھ معمولی بارش کی وجہ سے پانی کی وہ بڑی دیوار پیدا ہو گئی جس سے اس روز آٹھ بجے کے قریب پہہ حادثہ پیش آیا اس سے ۷۰ برس پیشتر جو طوفان آیا تھا وہ ۱۹۰۳ء کے طوفان سے بڑا ہوا تھا لیکن ۱۹۰۳ء کے طوفان سے صرف اتنا اثر پیدا ہوا تھا کہ برسات میں زیادہ سے زیادہ طغیانی ہونے پر جس مقام پر افضل گنج کے پل کی محرابوں میں پانی چڑھ آتا ہے اس سے صرف پانچ فٹ اور بڑھ گیا تھا بمقابلہ اس کے حال کا سیلا استد بڑھا کہ پانی پل کے اوپر پہنچ گیا اور اس کے کنارہ جو دیوار میں بنی تھیں ان کو بھی اس نے گرا دیا۔

یہ غیر معمولی سیلاب چالیس گھنٹہ تک برابر اپنا اثر دکھاتا رہا اور جو تخمینہ کیا گیا اس سے دریافت ہوا کہ ایک سکندھ میں دو لاکھ پچیس ہزار مکسرفیٹ پانی گزرتا تھا اس سے پایا جاتا ہے کہ اس مدت کے اندر سترہ ہزار دو سو اسی ملین مکسرفیٹ پانی اس ندی سے گزرا ہوگا اگر ممکن ہو تا کہ بارش کا پانی معمولی طریقے سے نکلتا جائے تو ایک لاکھ ۷۰ ہزار مکسرفیٹ فی سکندھ سے زیادہ روانی نہ ہوتی لیکن اس مقدار میں تالابوں کے اونچے سے بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ موجودہ پل اس مقدار کثیر کے پانی کا خیال کر کے ہنہین بنائے گئے تھے بقول ایک ماہر فن کے کہ جبوقت پانی معمولی برساتی حد تک آگیا تھا تو اسوقت اس بات کی ضرورت پیدا ہو گئی تھی کہ اس سے زائد پانی سطح مذکور پر چڑھ کے روان ہو جاتا مگر اس کے نکلنے کا راستہ ہی نہ تھا۔

پانچواں

حادثات حیدرآباد کے نتائج

نتیجہ پھر مین یا اعتبار حالات اور واقعات گزشتہ ریختہ پیدا ہوتا ہے کہ منجملہ اور آفات اور مصائب کے جن سے بلادہ موثر ہوتا رہا ہے طغیانوں کا سلسلہ بھی ہے اور جب سورخین نے دبا اور قحط سالوں کا تذکرہ کیا ہے تو وہ طغیانوں کو بھی یاد دلانے رہے ہیں۔ اور قحط اور دبا اور زلزلہ باری جن کا ذکر مایکون مین پایا جاتا ہے ان مین اور طغیانوں مین ہی فرق ہے کہ اول الذکر کے طور سے رفتہ رفتہ ترقی ہو کر اموات کی تعداد بڑھ جاتی تھی اور طغیان چشہ زدن مین اپنا کام کر جاتی تھی ان آفات سے مکتا اور مال و اسباب محفوظ رہتا تھا اور موسیٰ ندی کے سیلاب سے یہ ہوتا آیا ہے کہ گوا آدمی بمقابلہ ان آفات کے کمی کی ساتھ ہلاک ہوتے رہے مگر بے گھر اور بے مایہ نہیں ہوئے مین جو موسیٰ ندی کے سیلابوں کی بدولت ہوتے رہے ہیں۔ ان طغیانوں کے حالات گزشتہ عجیب و غریب طور پر زبان زد خاص و عام ہیں مثلاً بعض کہتے ہیں کہ چار طغیانیاں سو سو برس کے بعد آتی تھیں مین اور چہ طغیانیاں ایسی ہیں جنکا ظہور دوشنبہ کے دن ہوا اور جب وہ آئیں تو کمنوار کا مینا ہوتا تھا۔ مگر تاریکون سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر حیدرآباد کے زیادہ ہونے کے بعد جو بڑی طغیانی آئی تو وہ ۱۰۴۱ء کی تھی اور اوس کے اڑتیس سال کے بعد بعد سلطان عبدالعزیز شاہ ۱۰۶۹ء مطابق ۱۶۶۵ء مین حسب بیان فرانسیسی سیاح طغیانی آئی تھی اور بعد

اس کے بعد نواب غفران آباد آصفیہ ثانی نظام الملک نظام الدولہ میر نظام علی خان
 بہادر جو طغیانی آئی وہ ۱۸۰۷ء کی ہے اور اس طغیانی اور ۱۸۰۹ء سر کی طغیانی کے
 درمیان فرق ایک سو ایک برس کا ہے اور ۱۸۰۷ء سر کی طغیانی میں اور نواب
 غفران مندرجہ نامہ الدولہ بہادر کے عہد کی طغیانی جو ۱۸۰۷ء میں آئی اس میں پیشہ
 برس کا تفاوت ہے علیٰ هذا القیاس اس طغیانی یعنی ۱۸۰۷ء اور حال کی طغیانی
 میں اکاٹھ سال کا فرق ہے۔

پس اس کلیہ پر جو ردور دیا جاتا ہے وہ بھی بڑی بڑی طغیانوں پر متحدہ مدت کے
 لحاظ سے صادق نہیں آتا علیٰ هذا وہ کلیہ بھی تاریخوں سے صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ چہ
 طغیانیاں دوشنبہ کے دن آئیں اور ہر طغیانی کا ظہور کنوار کے عہد میں ہوا تھا بجز
 دو تین طغیانوں کے اور صاحب گلزار آصفیہ نے جو بارہ برس کے بعد طغیانی کا
 ظہور لکھا ہے اس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں ان سب باتوں کے علاوہ تاریخی ثبوت
 اور شہادت اس امر میں موجود ہے کہ جب ایک یا دو سال قبل بارش نہیں ہوتی ہے
 تو موسمی ندی میں سیلاب کا آنا پایا جاتا ہے اور اس واسطے ہم نے جو سلسلہ طغیانوں
 کا قیام کیا ہے اسی کے ذیل میں قحط اور امساک باران کا ذکر کر دیا ہے مگر بعض
 طغیانوں کے حدوث اور ظہور کے قبل جب مورخین نے کچھ نہیں لکھا ہے تو ہم نے
 بھی اس تذکرہ کو چھوڑ دیا ہے۔ مقتضائے قیاس یہ ہے کہ مورخین کی ذرا گزشت
 سے یہ لازم نہیں آتا کہ گرانی اور قحط اس زمانہ میں نہ ہوا ہو اور بارش بھی ہوگی
 مگر مورخین نے اس کی بابت کچھ بھی نہیں لکھا ہے چنانچہ ترک آصفیہ کے مولف
 نے بعد نواب غفران آباد جس قحط کا تذکرہ کیا ہے وہ ۱۸۰۷ء اور

۳۰۴ء مطابق ۱۶۹۲ء کے بعد تکسپے اور یہ ایسا سخت اور شدید تھا جس کو اس قحط کے مراد ہی سمجھنا چاہئے جو قطب شاہ کے وقت میں پڑا تھا اور جبکا ذکر ہم کر آتے ہیں ہزار ہا آدمی روزانہ مرتے تھے جن کے سر اور جسم کی ٹڈیاں راستوں پر دیکھنے میں آتی تھیں اور لاشوں کے انبار تھے مورخ لکھتا ہے کہ وقت پر بارش نہ ہونے سے بہت قحط پڑ گیا تھا مگر یہ نہیں بیان کرتا کہ اس قحط کے بعد جو بارش ہوئی اس کی حالت کیا تھی اور جب یہ نہیں بیان کرتا تو پھر کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ طغیانی آئی یا نہیں صرف قحط کے شد آمد کی تصویر کینچ دی ہے ذیل کے نقش و نگار کیساتھ۔

اکثر بلاد سندوستان میں قحط پڑا ہوا تھا یعنی قندار اور کابل اور پنجاب اور گجرات میں احمد آباد اور بندر سورت تک اور ان مقامات سے پابان گھاٹ اور کرناٹک اور سیکا گول اور سواہل سمندر تک شروع ہو گیا اور ان ملکوں کے خراب ہونے کے بعد صوبہ فرخندہ بنیا وحیدر آباد میں آیا جس کی وجہ سے خلعت تباہ اور برباد ہو گئی اور مالک محروسہ کے لوگ بہت سے مرے بھی اور بہت سے ادھر ادھر چلے گئے آدمی آدمی کو کھا جاتا تھا اور مان باپ کو اپنے لڑکوں سے محبت باقی نہ رہی تھی شام کو میردگان سے چار پانچ لاشیں کھلتی تھیں اور شہر کے گرد اور صحرا اور تالابوں میں لاشیں بے دفن اور کفن پڑی ہوئی تھیں۔ نواب غفراناب بہادر اس قحط کے دفعیہ میں ہمہ تن کوشاں تھے آپ نے احکام جاری فرما دیے تھے کہ غلہ فروش غلامکانوں میں نہ رکھنے پائین بلکہ میں قیامت ایگز شور اور غوغا بلند تھا اور نواب غفراناب بہادر کو لوگ برا بھلا کہتے تھے مگر آپ کے جو خسرانہ ہمدردی اپنی رعایا کیساتھ تھی ان برائیوں سے آپ موثر ہو کر بدلہ لینا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ شخص کی دلجوئی اور ہمدردی شب و روز فرماتے رہتے

تھے اور جو شان بڑے اور معظم بادشاہوں کی ہے وہی جلوہ نما حتی کسی نے خوب
کھا ہے کہ بڑا اپنی بڑائی دیکھتا ہے اور ادنیٰ اور چھوٹے آدمی جو کچھ کہتے سنتے رہتے
میں اور سپر توجہ نہیں ہوتی بلکہ رحمہ لی اور سہمردی اور اپنی رعایا کیساتھ سلوک بھی
شان رحیم اور کریم بادشاہوں میں پائی جاتی ہے اور یہی آپ سے بھی ظہور میں آتی
رہتی تھی۔

یہ حالات ترک آصفیہ میں مفصل لکھے ہوئے ہیں اور یہیں تک حالات لکھ کر
مورخ موصوف نے اور حالات چھوڑ دئے ہیں جس سے ہم تہہ پہلا سکتے ہیں کہ یہ قحط
بارش کے ہونے سے پیدا ہوا تھا یا دوسرے اسباب تھے جو مورخ کی تحریر سے پائے
جاتے ہیں یعنی وہ اسباب کہ ہندوستان میں قحط پڑا جس نے بلدہ کو بھی قحط میں مبتلا کر دیا
تھا اور اس تاریخ کے بعد جو تاریخ نگار آصفیہ لکھے گئے تھے اس میں بھی قحط کا تذکرہ
مختصر طور پر کر دیا ہے اور کسی مقام پر بھی نہیں لکھا ہے کہ اس قحط کی وجہ کیا تھی اور نہ
یہ لکھا ہے کہ بارش کے ہونے سے یہ قحط پڑا تھا۔ پس مبارز خان کی آبادی کے بعد
شہر حیدر آباد میں جو دیرانی پیدا ہوئی وہ اس قحط کی سبب سے تھی اور اگر بارش کے
ہونے سے یہ قحط پڑا تھا جس پر صحیح خیال قائم نہیں ہوتا تو طغیانی بھی ضرور آتی ہوگی
اور اگر ہندوستان کے قحط کی وجہ سے قحط شروع ہوا تھا تو پھر موسیٰ ندی میں طغیانی
کیونکر آتی مگر یہ قیاس ہی قیاس ہے۔ جب کسی نے کچھ نہیں لکھا تو ہم بجز اس کے
اور کیا لکھ سکتے ہیں کہ آئندہ کیا حالت ہوئی۔

باب مفسم

عروس البلاد یا محبوب البلاد

قدیم حیدرآباد یہی شہر ہے جس کا نام قدیم زمانہ میں بھاگ نگر تھا پھر حیدرآباد ہوا اور بعد فتح کے شہنشاہ عالمگیر نے دارالجمہاد نام رکھا بعد انتقال اورنگ زیب عالمگیر کے جب شاہ عالم بہادر شاہ بادشاہ ہوئے تو انہوں نے فرخندہ بنیاد قرار دیا اور بعد عفران منزل نواب ناصر الدولہ بہادر دستار بند کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

جدید حیدرآباد اب کہ اسکو عروس البلاد یا محبوب البلاد کہتے ہیں تو اس کی وسیع آبادی اور فروغ اور ترقی کے باعث حقیقت میں اس کی شان کے شایان یہی نام ہیں اور اس زمانہ میں جو ترقی یافتہ زمانہ کہا جاتا ہے اس کے لحاظ سے یہ نام موزون و مناسب بھی ہیں حیدر اس کی آبادی کا حسن و دبلا ہوتا گیا اور وہ نور علی نور کا مصداق ہوتا رہا اور اس کی زیبائش اور آراستگی بڑھتی رہی اسی حد تک اس کا شہرہ بھی ہوتا گیا یہاں تک کہ اس کی تمام خوبیاں ہر عزیز ملوثی رہیں اور مختلف ملکوں کے اخبارات اور کتابیں اس کی خوبیاں سے مالا مال ہیں اور سب سے بڑھ کر اس میں یہ خوبی تھی کہ ہندوستان کے واسطے خصوصاً اور غیر ملکوں کے واسطے عموماً اس کے آفتاب فیض اور سخاوت وہ روشنی پہیلا رکھتی تھی کہ ہر شخص اس کے قیام اور قیام اور اس کے فروغ اور ترقی کی دعا کرتا رہتا تھا اور یہی وجہ ہے اور یہی نمایان اور روشن ثبوت ہے کہ اس میں تین

اور شہر انگلیز طغیانی سے جو اس آباد اور ترقی یافتہ شہر کو صدمہ پہونچا اوس سے ہر شخص چشم گریان اور دل بریان نظر آتا ہے اور بڑی ہوتی بستیوں اور ویران شہروں کے زیادہ ویران ہونے اور اور بڑھ جانے سے اس درجہ صدمہ نہیں ہوتا جس درجہ کہ آباد شہروں کے ویران ہوجانے سے افسوس اور صدمہ ہوا کرتا ہے پس شہر حیدر آباد جو آباد تھا اوسکے واسطے حال کی طغیانی نے وہی اثر کیا جو کسوف اور خسوف آفتاب اور مانتاب کے واسطے کہی کہی کر گزرتے ہیں اگرچہ اس ناخانی نے بیرون اور اندرون بلکہ کونصف سے کسی قدر کم گہا دیا ہے مگر جس خدا نے اون کی روشنی کو ماند کر دیا ہے وہی پھر اس غار معنی کسوف اور خسوف کو دور کر دے گا اور پھر اندرون و بیرون بلکہ اپنی اصلی حالت پر آکر وہی اثر فیض سانی کا ظاہر کرے گی جو خدا نے ان میں ودیعت کر رکھا ہے اور یہ خوبی اور محظوظی راسی شہر کو حاصل ہے اور یہ کیون حاصل ہوا ہے اس کی فیض سانی کے باعث کہ ایک عالم اس کے ایک ناگہانی صدمہ پر افسوس کر رہا ہے اور دنیا میں وہ کونسا ملک ہے جو اسکا سہرا دہنیں ہے یہ اس کی سہر دی کی روشن اور نمایاں دلیل ہے کہ دنیا کے اخبارات میں اوس کا کم و بیش ذکر افسوس اور سہر دی کے ساتھ پایا جاتا ہے اور اس قدر تاں اوس کی سہر دی کے متعلق دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور یہ بھی اس کی ثبوت بڑی سہر دی ہے کہ انگلستان اور ہندوستان کے بہت سے مقامات میں بے طلب اوس کی اعانت اور امداد کے واسطے فرامی چندہ کے لئے ہر قوم کے افراد سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کوشش کر رہے ہیں۔ منجہ ان تاروں کے اعلیٰ حضرت ملک معظم ایڈورڈ ہفتم

اور آپ کے ولیعهد بہادر دیراٹل ہائس پرس دپرنس آف ویلزنے ہوتار
حضور بندگالغالی کو سہارا دیا اور افسوسناک الفاظ میں ارسال فرمائے ہیں وہ
اور حضور والسرائے کا تار مع جواب حضور بندگالغالی ذیل میں درج کے جاتی
ہیں۔ اس امر کے ثبوت کے واسطے کہ ایگانگت اور اتحاد دونوں دولتوں میں
کس درجہ بڑا ہوا ہے اور یہ کہ ملک عظم اور آپ کے والسرائے کو کس درجہ سہاری
اور کس قدر افسوس حیدر آباد کے اس ناگہانی صدمہ سے ہوا ہے۔

تار شہنشاہ ایدورد ہفتم | مجھے ایسا کیا گیا ہے کہ یور ہائس کے پاس نہر سبھی
بند ریحہ حضور والسرائے | ہوگا امپر کا پیام ذیل پہنچایا جائے۔
بہادر - | حیدر آباد میں ہونک طغیانی کی خبر سننے سے غم و غصہ

رہا ہوا جان و مال کا جو نقصان ہوا ہے اس کی نسبت حضور نظام کے پاس
سہار دی کا اظہار کیا جائے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اخباروں کی کیفیتیں مبالغہ
امیز ہیں۔

جواب اعلیٰ حضرت بندگالغالی | حال کی آفت سے نہر سبھی نے بذریعہ تار جو
بذریعہ حضور والسرائے بہادر | شفقت آمیز اور پر اثر پیام سہار دی روانہ
فرمایا ہے اس کی نسبت میں چاہتا ہوں کہ یوراکسنسی میرا نہایت سنت آمیز
شکریہ کنگ امپر کی خدمت میں پیش کریں مجھے یقین ہے کہ مصیبت زدوں کو
یہ معلوم کر کے بہت تسلی ہوگی کہ موسٹ گریس سبھی کی ملی سہار دی ان کے
ساتھ ہے۔

تار ویراٹل ہائس پرس دپرنس آف ویلزن آپ کی ریاست میں

طغیانی سے جانوں کا نقصان ہوا اوس کی نسبت پرنس اور مین آپ کے اور آپ کی رعایا کے ساتھ گہری ہمدردی ظاہر کرتے ہیں۔

جوابِ اعلیٰ حضرت **بندِ گالغالی** | سہاری اس سخت مصیبت میں میرے اور میری رعایا کے ساتھ نہایت درجہ کے الطاف آہود اور موثر ہمدردی جو آپ نے ظاہر کی ہے اوس کی نسبت مین یور رایل مائنس اور پرنس کا نہایت مخلصانہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

تاریخِ میاچی حضورِ ولیسر اس کے ہمارے حیدر آباد پر جو مصیبت آئی اور جانوں کا جو نقصان ہوا ہے اوس کے سننے سے مین بہت تکلیف میں اور یور مائنس کے ساتھ مین دلی ہمدردی کرتا ہوں۔

جوابِ اعلیٰ حضرت **بندِ گالغالی** | اس سخت آفت میں یور اکسلنی نے میرے اور میری رعایا کے ساتھ جو پراثر ہمدردی ظاہر کی ہے اس کی نسبت مین آپ کا نہایت دلی شکریہ ادا کرتا ہوں ہم اس مصیبت کے رفع کرنے کے لئے کوششِ بلع کر رہے ہیں۔

منجملہ ان تاروں کے اور بہت سے ہندوستانی رئیسوں اور والیان ملک کے پیام ہمدردی آمیز آتے تھے۔

بائشتم

طغیانیوں وغیرہ کی خرابیوں کے دفعیہ کی تدبیر سابق کے زمانہ میں کیا ہوتا رہا | کہتے ہیں کہ قدیم حیدر آباد کی حالت یہ تھی

کہ قحط اور طغیانوں کے خراب نتیجے کے دفعہ کی تدابیر کچھ بھی نہ تھیں اور قحط کے سوا
 حیدرآباد میں جو طغیانیاں پہلے وقت میں آئی ہیں ان کا ذکر تو مورخین نے کیا ہے
 مگر سیلاب نے جن محلات کو ویران کر دیا تھا اور لوگوں کو مصیبت زدہ بنا دیا تھا یہاں تک
 کہ وہ مفلس اور بے خانمان ہو جاتے تھے اُن کی اعانت اور امداد سرکاری طور پر
 جو ہونا چاہئے تھی اُس کا تذکرہ چھوڑ دیا ہے جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اوس زمانہ کے
 مصیبت زدہ اشخاص اپنا آپ ہی علاج کر لیا کرتے تھے لیکن یہ خیال سمالات
 واقعات سے قائم نہیں رہ سکتا اس واسطے کہ اگرچہ مورخین نے ان حالات کو متروک
 کیا ہے تاہم کم و بیش خزانہ سرکاری سے اعانت ضرور ہوتی ہوگی اور انتظام بھی کئے
 جاتے ہونگے اس لئے رحمدل اور رعایا پرورشانان قطب شاہیہ اور آصفیہ میں جن کے
 زمانہ میں ہزاروں غریب سے اسیر ہوتے رہتے تھے اور جو چشمہ فیض کا جاری تھا اوسکا
 مقتضایہ یہی ہے کہ وہ اپنی رعایا کیلئے اوس کی مصیبت میں شریک ہو کر اوس کی اعانت
 ضرور کرے تہوں گے یہ سچ ہے کہ تاریخوں سے ایسی اعانت کا پتہ نہیں چلتا بجز ایک
 زمانہ کے جس کا ذکر ہم کر آئے ہیں کہ نواب غفراناب میر نظام علی خان بہادر آصفیہ
 ثانی کے عہد میں جو طغیانی آئی اور لوگوں کے واسطے مصیبت اور پریشانی پیدا ہوئی
 تو اوس پریشانی کو آپ نے صرف خاص سے نقد و جنس سلاخا کر دور کر دیا اور جو پل
 ٹوٹے تھے اُن کی درستی کیلئے حکم صادر فرمایا جس حکم کے بموجب وہ فوراً درست
 ہو گئے اور آندورخت خلافت کی ہونے لگی اور قحط کے دفعہ میں تو آپ نے وہ
 شایانہ فیاضی اور ہمدردی اور رعایا پروری ظاہر فرمائی کہ وہ کارنامے آپ کے
 ہمیشہ تاریخوں میں یاد رہیں گے۔ بات یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں ایسے حادثات کے نتیجے

کے دفعیہ کی جو تدبیریں تھیں وہ یہ تھیں کہ رعایا اعانت داد سے فائدہ اٹھا کر اپنی بیعتوں کا آپ اس طرح پر علاج کر لیتی تھی کہ ندی کی طغیانی سے ویران محلوں کو پھر آباد کر لیتی تھی اور اپنے گھر حسب حیثیت لوگ بنا لیتے تھے اسی مقام پر جہان سیلاب سے وہ تباہ اور برباد ہو جایا کرتے تھے۔

موسیٰ ندی کی طغیانیوں کا سلسلہ بھی ہمیشہ سے یوں چلا آتا ہے اور اسی کے تحت رعایا کو اپنے اوہنیں مکانات کو آباد کرنے کی فکر رہتی ہے جو مکانات کہ طغیانی سے منہدم ہو جاتے تھے قدیم حیدرآباد کی حالت کا کمان تک ذکر کیا جائے جدید حیدرآباد میں جو طغیانی ۱۳۰۷ء میں آئی اور اُس نے افسوسناک نیاک کی نیزنگیان پیدا کیں اُن کے دفعیہ کی تدبیریں حضور بند گانغالی کے فرمان میں موجود ہیں اور وہ راہیں بھی اخبار میں چھپی ہیں جو اس زمانہ کے جلسہ میں پیش ہوئی تھیں جن میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔ کہ ندی کے دونوں کناروں پر مقامات ممنوعہ قرار دیدے جائیں اور یہہ راکے حساب سب سے پہلے حضور بند گانغالی کی تھی اور اس زمانہ کے فرمان میں موجود ہے جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں اور اس وقت شانہ اعانت بھی کی گئی تھی تاہم لوگوں نے ندی کے دونوں کناروں پر پھر اپنے مکانات بنائے اور بجائے اس کے کہ کناروں سے کچھ ہٹ کر بناتے چند گھر ندی کے اندر بھی یعنی کناروں کے نیچے بھی بن گئے تھے۔

اب حال کی طغیانی نے جب اپنا قیامت خیز اثر پیدا کیا تو اُس اثر سے موثر ہو کر جانتا ہوا ہے کہ وہ ضرور قابلِ تعریف اور توصیف ہیں۔

قبل اسکے کہ انتظاموں کی تشریح اور تفصیل ہو جو پسند خاص و عام ہیں اور نہایت مؤثر تنظیمی اور مالی و مافی اعلیٰ قابلیت اور لیاقت سے عمل میں آئے ہیں اور

آئندہ بھی عمل میں آتے رہیں گے۔ اس طرح پر اور ایسی غلبت کیساتھ کہ اور ملکہ ن کی مثال
ان انتظاموں کے مقابلہ میں پیش نہیں ہو سکتی خاص کر ایسی حالتوں میں کہ ایک
جانب معیبت زدوں کا کھرام چا ہو اور دوسرے شخص تردد و پریشانی میں مبتلا ہو رہا ہو
پھر بھی نہایت استقلال کی ساتھ ایسے انتظام جلوہ نمایاں اور بیدار مغزی سے ان
کے عمل میں لانے کی کوشش ہوتی رہیں اس کی نسبت بجز اس کے اور کیا کہا جاوے
کہ اعلیٰ حضرت حضور نید گانہ عالی اور نواب مدار المہم بمین السلطنت سرہاراجہ بہادر اور
دیگر اراکین سلطنت اور عہدہ داروں کے قابو سے یہ بات باہر تھی کہ قدرتی سیلاب کو
روک دین جس نے کہ یہ کشتی درنیرنگیان پسلا رکھے ہیں باقی انسانی طاقت سے
جہان تک کام لیا جاسکتا ہے اس سے کام لینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوا
ہے۔ ہم پہلے اعلیٰ حضرت حضور نید گانہ عالی کی خسروانہ توجہات اور شانانہ سہار دیوں
کا جو آپ کو اپنی رعایا کی نسبت میں ذکر کرتے ہیں اور بعد نواب مدار المہم سرہاراجہ
بہادر کی شبانہ روز محنت اور بھاشی اور اس عالی دماغی اور قابلیت کا ذکر کرینگے
جو انتظامات کے متعلق آپ سے ظہور میں آ رہی ہیں اور آپ کے مدار المہامی کے
زمانہ میں جو اور وزیر باتدبیر میں ان کا ذکر کیا جاوے گا اور پھر معتمدین اور ماتحت عہدہ
داروں کا کہ ان سب نے رات کو رات اور دن کو دن نہ سمجھ کر جس بیاقت اور عزیزی
اور انتظامات کی تجویزوں کے نکلانے اور کاسون کی انجام دہی میں ضرر کی ہر اسوقت بہت
سے کام باحسن وجہ انجام پائے۔ اور جو باقی ہیں ان کی نسبت قوی امید
کی جاتی ہے کہ وہ بھی انجام کو پہنچ جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت اقدس اعلیٰ خلد اللہ ملکہ کی رحمدلی اور فیاضی اور ہمدی اپنی رعایا کی حقیت میں

فیاضی اور رحمہ لی اور ہمدردی آپ کو اپنی رعایا کیساتھ ہے وہ اسی طرح پر ہے بلکہ اس سے زیادہ جو آپ کے معظم اور محترم فرمانروا بزرگوں میں تھی جن میں سے اعلیٰ حضرت نواب غفرانہاب میر نظام یلخان بہادر کا ذکر ہم کر آئے ہیں اعلیٰ حضرت حضور ہند کا لغائی نے کئی سال ہوئے جب ذیل کا شعر نظم فرمایا تھا۔

آصف کو جان مال سوانہ نہیں در این گرام آئے خلق کی راحت کیواسطے

اسی کے مضمون اور مفہوم پر آج تک حضور مدوح الشان غل فرما رہے ہیں اور یہاں کے بعد جو فیاضی اور رعایا پروری آپ کی ذات اقدس سے غل میں آئی ہے وہ اپنی آپ ہی نظیر ہے مثلاً جس سیلاب کو آنا تھا وہ آچکا مگر اس کے بعد جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں ان کے دفعیہ کی جانب آپ نے اپنی شانہ تر حیات مبذول فرمائی اور کئی مرتبہ اپنے شہر کی خراب اور خستہ حالت دیکھ کر رنج و غم کا اظہار فرمایا اور حکم صادر ہوا کہ بے خانہانوں کے رہنے کے لئے بیچ محلہ اور پرانی جوہلی کہو لی جاسے اور اندرون اور بیرون بلدہ میں مختلف مقامات پر مصیبت زدوں کے لئے کھانا پکا کر ان کو تقسیم کیا جائے چنانچہ حسب فرمان اندرون و بیرون بلدہ میں مختلف مقامات پر ہندو اور مسلمانوں کے لئے ہزار ہا روپیہ کے مصارف سے کھانے پکوا کر تقسیم ہوئے اور جبکہ تمام لوگ مصیبت میں گرفتار تھے تو اسلئے دس روز تک تمام دفاتر میں تعطیل کر دی گئی اور یہ بھی حکم ہوا کہ جن لازموں کو ضرورت ہو تو ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لے لیں اسی طرح ہزار ہا روپیہ کے کپڑے مصیبت زدوں کو تقسیم ہوتے رہے اور جاڑہ کے موسم کی وجہ سے ابھی تقسیم ہو رہے ہیں فرمان اول کی نقل اس سے پہلے جو فرمان ہمدردی رعایا کے متعلق نافذ ہوا ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

فلک نما کیا سل۔ ہمارا جہدار المہام پیشکار صاحب یمین السلطنت کل اور بیرون
 موسیٰ ندی کی غیر معمولی طغیانی سے جو افسوسناک صدمہ جان و مال کا میری عزیز عیال
 کو ہوا ہے اس سے مجھے بہت بڑا رنج ہوا خدا سے تعالیٰ آفت زدوں کو صبر عطا
 فرمائے جس قدر جلد ہو سکے اس جاکفہ صدمہ کی پوری اور صحیح کیفیت عرض کی جائے
 اور غریب آفت زدوں کی امداد کی تجویزین پیش کیا ہیں۔ ندی کے چاروں پلوں میں
 سے جس پل کی مرمت جلد ہو سکتی ہے اور جس پر آدمیوں اور گاڑیوں کی آمد و رفت
 سہل ہو سکتی ہے بلا خوف ہو سکتی ہے اس کی مرمت جہانگ ممکن ہو
 جلد کر دی جائے تاکہ شہر کے آنے والوں کو چندان تکلیف نہ ہونے پائے۔
 اور تمام پلوں کی تعمیر اور ترمیم وغیرہ کے تجاویز پیش کئے جا رہے ہیں۔

شہد دستخط مبارک

مرقوم ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ

پھر بموجب حکم حضور بندگِ تعالیٰ جریدہ غیر معمولی مطبوعہ ۲۵ آبان ۱۳۱۸ھ
 میں جو حکم منجانب سرہاراجہ بہادر یمین السلطنت مدار المہام سرکار عالی شایع ہوا
 وہ اس طرح ہے۔

نقل جریدہ غیر معمولی | چونکہ بوجہ طغیانی رود موسیٰ اکثر حصہ بلدہ اور بیرون
 مطبوعہ ۲۵ آبان۔ بلدہ سخت صدمہ ناگہانی میں مبتلا ہو گیا ہے جس

کی نسبت سرکار عالی بہال افسوس اظہار فرمادی کیا تم احکام ذیل صادر فرماتے
 ہیں۔

(۱) ۲۳ آبان ۱۳۱۸ھ روز دوشنبہ سے ۲۷ آذر ماہ ۱۳۱۸ھ تک روز چار شنبہ

وارث دریافت نہوا وہ بجا طت تمام رکھا ہوا ہے اس اعانت سے کہ جب اوس کے وارث پیدا ہون گے تو بعد تحقیقات اون کے حوالہ کیا جائیگا جب اس طرح پر انتظام اور کام شروع ہو گئے تو حضور نبی گالغالی نے ذیل کا فرمان صادر فرمایا۔
فرمان مورخہ ۲۸ آبان فلک نما کیا سل۔ ہاراجہ مدارالمہام بہادر پیشکار

صاحب یمین السلطنۃ آپ کے دووا لھن معروضہ ۴ رمضان المبارک ۱۲۲۲ھ ملاحظہ کی گئی رود موسیٰ کی طغیانی کی مہیت کو جہانگت ہوسکے گھٹانے میں خود آپ نے معتمد بن اور دیگر عہدہ داروں نے اور نیز فوج اور کوتوالی و صفائی والوں نے اٹک بلدہ اور بیرون بلدہ میں جس مستعدی سے جو کام کیا ہے اوس سے بین خوش ہوا اور اسید کرتا ہوں کہ اور بہت سا کام جو باقی ہے وہ بھی آپ اور دیگر عہدہ داران وغیرہ ایسی ہی بلکہ اور زیادہ مستعدی سے کر کے خلاقی کی بہودی کے باعث اور میری خوشنودی کے مورد ہوں گے۔

شردستخط مبارک

سرہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ | آپ نے بھی شب روز کی محنت اور جفا کشی مدارالمہام سرکار عالی۔ سے اور جس مستعدی اور سرگرمی کے

ساتھ انتظامی امور اور کاموں کی نگرانی فرمائی ہے وہ مدبرانہ کارنامے ایسے نہیں ہیں جو جلد بھول جائیں بلکہ تاریخون میں لکھے جائینگے اور ہمیشہ یاد رہیں گے مثلاً اس مہیت کے زمانہ میں انتظامات کے ہر شعبہ کی دیکھ بھال اور ماتحتوں کی نگرانی اور ان کو ہدایت کرنا اور ان سے اچھی طرح پر کام لینا یہ فرائض جس عہدگی سے آپ نے ادا فرمائے ہیں اس طرح پہلے کسی زمانہ میں شاید کسی

مدارالمہام نے ادا فرمائے ہوں کوئی کام ہو بغیر محنت اور تکوشی کے انجام نہیں پاسکتا
 آپ نے کاموں کو تجویزی نہیں فرمایا بلکہ ان کو عمل میں لاکر ثابت کر دیا کہ آپ کی مدبرانہ
 لیاقت اور قابلیت کس درجہ بڑھی ہوئی ہے ابتداء طوفان سے آج تک اور بھی
 غیر محدود زمانہ تک ہر جلسہ میں آپ تشریف لائے ہیں اور اس سے پیشتر جن
 جن مقامات پر لنگر خانہ جاری تھے ان کو برابر ملاحظہ فرماتے رہتے تھے اور ان
 کی صفائی اور پلوں کی درستی کی نگرانی میں ایسی محنت برداشت فرمائی کہ اگر آپ
 اس درجہ محنت نہ کرتے تو جو کام ختم ہو چکے ہیں لیکن پل وغیرہ درست ہو کر ان
 پر آمد و رفت جاری ہو گئی ہے۔ ایسے قلیل زمانہ میں ہرگز ممکن نہ تھے اس کے
 علاوہ چمنے خود دیکھا ہے کہ ہر ویران شدہ محلہ میں آپ سواری پر بھی اور پیادہ
 تشریف لائے ہیں اور حالتوں کو ملاحظہ فرما کر ان کی اصلاحیں فرمائی ہیں اور
 رعایا کی دلجوئی اور تالیف قلوب حقیقی طور پر کرتے رہے ہیں اور یہ سب حالات
 اور واقعات بین ثبوت ہیں۔ سر ہمارا جہ بہادر مدارالمہام سرکار عالی کی عالی
 دماغی اور روشن خیالی کے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو کمال درجہ کی ہمدردی
 رعایا کے ساتھ ہے اور یہ مہربانی اور شفقت جو آپ نے رعایا کے ساتھ کی ہے
 اس سے آپ کی ہر لغزیزی کی ترقی روز افزون ہوتی جاتی ہے اور یہی وجہ
 ہے سکندر آباد کے جلسہ اور دیگر جلسوں میں جو آپ نے تیسرین فرمائی ہیں وہ اس
 لئے قدر اور منزلت کے لائق ہیں کہ ان کو آپ عمل میں لاکر ثابت کر چکے ہیں کہ جو
 کچھ آپ زبان مبارک سے فرماتے ہیں اس کو عمل میں بھی لاتے ہیں ان کا خلاصہ ذیل
 میں درج کیا جاتا ہے۔

تقریر بمقام سکندر آباد | حاضرین مجلس۔ رود موسیٰ کی غیر معمولی طغیانی نے جو آفت آسمانی کی طرح نازل ہوئی ہمارے شہر کو عام ماتم میں ڈال رکھا ہے پہلی تاریخ رمضان کی گویا روز عاشور تھے۔

اس بلاے ناکہانی کے باعث ہزار ہا گھر بے چراغ اور صدمہ بچہ میتیم اور سیکڑوں عورتیں بیوہ اور ہزاروں مرد خانہ بدوش ہو گئے ہیں اس سانحہ کی نظیر ابتداء سلطنت دکن سے آج تک تاریخ میں نہیں مل سکے گی۔

رود موسیٰ ایک چھوٹی سی ندی ہے اور جا کر کرشنا میں ملتی ہے اس کی عام حالت تو یہ ہے کہ موسم گرما میں تو کیا آخر موسم سرما میں بھی اوس میں پانی نہیں دکھائی دیتا تھا کیا کسی کے خیال میں آسکتا تھا کہ ایسی چھوٹی سی ندی مشربہ پاکر دے گی جس کے پر آشوب طوفان سے ہزاروں عمارتیں منہدم اور مسما رہو جائیں گی اور مویشی کا تو کیا حساب ہزاروں بندگان خدا کی قیمتی جانیں اوس کی ہیر جمانہ تھپیڑوں کی نذر ہو گئیں پرانا پل بیگم بازار۔ افضل گنج بازار گھانسی میان چادر گھاٹ کو سہ واڑی وغیرہ بہت سے محلوں کی حالت ایسی تباہ ہو گئی ہے کہ پہچانی نہیں جاتی۔

بہر حال اس طغیانی نے ایسا نقصان پہنچایا ہے کہ اس مصیبت کے وقت اہل دکن کی آنکھوں میں زمانہ تاریک ہو رہا ہے آفتاب کی ایک شعاع دکھائی دیر ہی ہے وہ شعاع کیا ہے حضور پر نور بندگائے خدائی کی رحمدلی اور آپ صاحبوں کی دلی ہمدردی اور یہی اوس کا نتیجہ ہے کہ یہاں اس وقت ایک عظیم الشان جلسہ نظر آ رہا ہے۔

حضور بندگائے خدائی نے اپنے مرام خسروانہ سے اپنی گورنمنٹ کو اجازت دی ہے کہ اس موقع پر جس طرح ممکن ہو عزیز رعایا کے لئے آسائش کے سامان مہیا کئے جائیں

چنانچہ رسیف ورک اور پارچہ وغیرہ کی تقسیم اچھی طرح جاری ہے اس کے علاوہ بعض
پرنے بذات خود اپنی جیب خاص سے عدو رسیف ورک کے لئے مفید چیزیں
صرف کر کے پرآمد کی ظاہر فرمائی ہے۔

مال خانہ افضل گنج کے | سہارا راجہ دارالمہام بہادر نے مال خانہ کو ملاحظہ
معائنہ کی رپورٹ کا خلاصہ | فرما کر اس کی رپورٹ بھی تحریر فرمائی ہے اور وہ

یہ ہے۔

آج میں نے ہمراہی معتمد صاحب عدالت و نواب نظامت جنگ بہادر رکن
مجلس عالیہ عدالت جو بیرون بندہ مین اسپیشل ڈیوٹی سپین اور اس علاقہ کے تمام اسپیشل
محکمہ ایڈمن کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں مال خانہ افضل گنج کا معائنہ کیا اور سب
انتظام عمدہ پائے گئے ابتدا سے آج تک سولہ ہزار ایک سو ۵۷ روپیہ گیارہ آنہ
چھ پائی کا قیمتی مال داخل ہوا تھا جو حسب ضابطہ ثبوت لینے کے لیے واپس کیا گیا اور
بہت سا مال قابل تصفیہ ہے۔

علیٰ نذر القیاس اندرون بلدہ مین جہان نواب ذوالقدر جنگ بہادر اسپیشل
ڈیوٹی کا کام انجام دیتے تھے اس کو بھی ملاحظہ فرمایا اور معائنہ کے بعد جو رپورٹ
اس کی کی گئی ہے وہ بھی عمدہ ہے اور سب کام قابل اطمینان ہوتے ہیں پھر آپ
تحریر فرماتے ہیں کہ مال خانہ کی تیغ سے فارغ ہو کر مین نے مناسب سمجھا کہ اندرون
بلدہ مین تمام مقامات متاثرہ کا دورہ کروں تاکہ معلوم ہو کہ محکمہ ایڈمن کس طریقہ پر اپنے
فرائض منصبی کو ادا کرتے ہیں آج چونکہ ہلاکون ہے کہ محکمہ ایڈمن کے فرض منصبی میں
رسیف کا کام بھی بطور لایا گیا ہے اس لئے محکمہ ایڈمن کے ضمیمہ کے قریب صدر امین

کی کچھری میں تمام حبسہ سٹے جمع تھے اور ایک تختہ کا نمونہ جس سے اول کو اپنے فرائض منہجی کے ادا کرنے میں آسانی ہو مرتب کر رہے تھے میں نے نمونہ مرتبہ کے دیکھنے کے بعد بعض ضروری ہدایتیں کیں۔

اسی طرح یکم نومبر ۱۳۲۵ء کو مالِ جناب ہر اچھہ مدارالمہام بہادر نے محبوب گنج اور بہار گنج اور فتح گنج میں تشریف لیا کہ غلہ فروشوں سے نرخ اجناس دریافت فرما کر ان کو جو نرخ سے ذریعہ ارزان نرخ سپر غلہ فروخت کرنے کی ہدایت فرمائی تاکہ مصیبت زدہ لوگوں کو غلہ کی کرائی کے باعث مزید ٹیکسٹ نہ ہونے پائے آپ کی ہمارا ہی میں نواب سلطان یادگار بہادر کو تو ال بھی تھے۔

علاوہ اس کے فراہمی چندہ کا جلسہ جو باغ عام میں ہوا تھا بموجب فرمان حضور بندگانِ تعالیٰ مورخہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۲۵ء ہر اور فرمان ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۲۵ء کے حکم خلاصہ ہر تہا راجہ مدارالمہام بہادر سرکار عالی اپنی تقریر میں ارشاد فرماتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

خلاصہ فرمان حضور بندگانِ تعالیٰ	رو و موسیٰ کی طغیان کی مصیبت زدوں کی امداد کے واسطے میرے شہر دالے اور نیز عام طور سے ممالک محروسہ دالے اظہارِ سجدہ روی کے طور پر چندہ
مورخہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۲۵ء ہجری۔	

دینا چاہتے ہیں تو بلکہ بین کسی روز ایک عام جلسہ آپ کی صدارت سے کیا جائے اور جو شخص چندہ دینا چاہے قبول کیا جائے تاکہ سب کو کارِ خیر میں شریک ہو کر ثواب حاصل کرنے کا موقع ملے اور میرا نام بھی اس چندہ کی فہرست میں لکھ کر میری طرف سے ایک لاکھ روپیہ چندہ دینا بتایا جائے۔

خلاصہ فرمان مورخہ ۳۱ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ جب باہر وائے اس کار

خیرین حصہ لینے کی ایسی کوشش ملکۃ مہدی مدراس وغیرہ میں کر رہے ہیں تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ میری رعایا اس کا رخصر میں کھلے دل سے شریک ہونے میں کبھی دریغ نہ کریگی۔

ابنیں احکام کے مطابق جلسہ ہوا اور اس میں عالیجناب ہمارا جہدار المہام بہادر نے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

خلاصہ تقریر | رد موسیٰ کی گزشتہ طغیانی نے جو قیامت بپا کر دی اور اس سے غالباً اس جلسہ میں کوئی صاحبِ نادِ واقف نہوں گے طغیانی نہ تھی بلکہ اس بیوی بھٹی میں طوفانِ نوح تھا نہ ہر با خلقت کو لغتہ نہنگ اجل بنا دیا نہ راون خاندان بے خانان ہو گئے سیکڑوں شریف زادیاں بیوہ ہو گئیں اور صد ہا بچہ یتیم پڑے ہیں یہ ایک ایسا ناگہانی قہر آلود تھا کہ قصارِ مہم کی طرح فوراً سر پر آہنچا ہر طرف ایک ہلچل مچ گئی اور چشمِ زون میں جھجھکنا تھا وہ ہو گیا پھر آپ پُر اثر الفاظ میں نہایت فصاحت اور بلاغت کیساتھ فرماتے ہیں کہ ستم رسیدوں کی آہ و زاری کی آواز آسمان پر پہنچی اور اجل رسیدوں کی لاشیں تہ آب خلقت میں نفی نفی پڑ گئی لوگ مضطرب الحال ہو کر بھاگ سکتے وہ شریف اور پاکدامن خاتونیں جنہوں نے کبھی گھر کے دروازہ پر پاؤں نہیں رکھا تھا بدحواس ہو کر باہر نکل کھڑی ہوئیں اور اس سراسیمگی کے ساتھ کہ ادن کو اپنے پرانے کی خبر نہ تھی شوہر بیویوں کو بیویاں شوہروں کو باپ بیٹوں کو بیٹے باپ کو مائیں بچوں کو بچے ماؤں کو بھوئے ہوئے تھے نیچر کے تعلقات اور فطرت کے رشتہ ٹوٹ گئے تھے غرض کوئی کسی کا نہ تھا۔

پھر اس افسوس ناک سین کو آپ نے اپنے ہی ایک شعر کو لکھ کر ختم کیا ہے اور وہ

شعبہ ہے جو اس وقت کے حسب حال تھا۔

شعبہ

بیکسی کے وقت کوئی بھی نہ تھا اپنا ٹریک بن رفیق اس دم فقط ایک نام تھا اللہ کا
پھر آپ فرماتے ہیں کہ لوگ اس بدحواسی کیساتھ گھر چھوڑ کے باہر نکلے کہ اس وقت
سڑکیں دیباے ذخار بنی ہوئی تھیں اور جدھر آنکھ اٹھاتے تھے ایک سمندر لہریں مارتا
مواظرات تھا ان میں ایسے بھی نظر آتے تھے جنہوں نے اپنے بچوں اپنی بیویوں اور
اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو اپنی آنکھ سے ڈوبتے اور جان دیتے دیکھا ہے اور بعض
ایسے قسمت کے تھے بھی ملیں گے جو اپنے خاندان کے میں ہیں پچیس پچیس آدمیوں
کو اپنے سامنے نذر اہل ہوتے دیکھ کے زندہ بچے ہیں اور اپنے اس جینے پر نفرتیں کر
رہے ہیں۔

حامیہ میں اندازہ کر سکتے ہیں کہ کسی بنی نوع انسان کا اگر کوئی ایک عزیز اس کی آنکھوں
کے سامنے دنیا کو خیر باد کہتا ہے تو اس کی زندگی کس قدر قحط کیساتھ گزرتی ہے بے امن
ان بد نصیبوں پر ان کے دل کیا کہتی ہوں گے جن کا خاندان بے چراغ ہو گیا دنیا
ان کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی اور آئندہ کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا میں نے
سیلاب زدہ مقامات کو بذات خود دیکھ پھر کے اور فائدہ بہرہ کی ٹھوکرین کہا کہا کے
اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور مصیبت زدوں کی مصیبت پر آنسو بہا ہے میں جیسے جیسے
عمرت ٹاک اور دگلڈز اور جگر خراش سین میری نظر سے گزرے ہیں ان کے
بیان کرنے کی مجھے میں تاب نہیں اور نہ وہ قدرت کہ شان جبروتی کی نیرنگی میرے
صغیر دل سے محو ہو سکتی ہے الامان الامان مجھ میں طاقت نہیں تھی کہ میں کسی کو

دلا سنا دنیا یا تثنیٰ آمیز کلمات کہتا اور اگر کہتا تو کہو ایک زخمی ہوتا تو مہر مہر رکھنے کی
 ٹکڑ کرنا ہزاروں کیلچہ سونا ستم سے بچھڑ گئے تھے درحقیقت یہ واقعہ اس شہر کا مصداق
 تھا۔

منہ صرا

کینے ل چل آرزو دل بہ کہ ماہانہم
 تین ہفتہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا ہنم
 اندرون اور بیرون شہر کے وہ محاورہ دی کے کنارہ واقع تھے اس طرح بریاد
 ہوتے ہیں کہ عالیشان عمارتیں اور باروتی دیکھیں درکار وہ زمین بھی اتنی نہ رہی جس
 پر لوگ بستے تھے اور جس کی چیل پھل ایک دو گھنٹہ کے زمانہ میں خوار خیال ہو گئی۔
 جس عروس البلاد پیار سے حیدر آباد کی آبادی اور اوس کی آرائش اور زیبائش
 پر لوگوں کی نظر میں پڑتی تھیں اور جس میں مزید دلچسپی پیدا کرنے کی تدبیریں کیجاتی تھیں
 آج کے روز اوس کی تباہی کے دور کرنے میں پریشان ہیں جو محلے ندی پر ذرا فاصلہ
 پر تھے اور سیلاب میں آگے وہاں سوائے پتھروں کے ڈھیروں کے جو پارہ ہائے
 دل صد چاک کی طرح بکھرے ہوئے ہیں کوئی چیز نظر نہیں آتی جیٹن دیکھو ہر ایک کے
 لب پر خدا کی یاد اور اوس سے فریاد تھی مگر جو اوس کا ارادہ تھا وہ ہو چکا اور اب
 اوس خدا سے پاک کی مدد اور اوس کی سہارا ہر حال ہمارے کام آنے والا ہے خدا
 کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہم سب ایک ایسے ظل اللہ عالی پا لگا ہ اور کچلا ہ جہاں پناہ
 کے سایہ عاطفت میں بسر کر رہے ہیں کہ اودہر دریائے سواج نے زور دکھایا اور
 اودہر دریائے رحمت چو ش میں آگیا فوراً تباہی زدوں کی خبر گیری کے سامان ہونے
 لگے اور آفت رسیدوں کے امداد کی کوششیں کی جانے لگیں کیونکہ حضرت ظل سبحانی
 ہند کا تعالیٰ اس آفت اور مصیبت کی خبر سنتے ہی سچین ہو گئے اپنی پیاری رعایا

کی تباہی پر انتہا سے نیا۔ اس میں دنیا اور بہ نفس نفیس دورہ کر کے اور ستر ستر گنا
 طعنا کی حالت کو پیش قدمی خود ملاحظہ فرم کے مزاج خسروانی کا جوش دکھانے پر آمادہ
 ہو گئے۔ در آخر ہر قسم کی ابراد پہنچانے کا سلسلہ جاری ہو گیا چنانچہ خانمان پر ادلوگو
 کو دو وقتہ کھانا تقسیم ہونے لگا اور جن لوگوں کے پاس کپڑے نہ تھے اوہیں کپڑے
 دئے جانے لگے اور اوہیں جو خانہ بدوش تھے اوں کے سر چھپانے کے لئے علمبرہ
 جھونپڑے تیار ہو گئے۔

ان احکام جہان پناہی کی تعمیل اور بجا آوری میں عہدہ داران سرکاری نے
 اپنے آرام کو چھوڑ کے اپنی نیندین حرام کر کے جیسی مستعدی اور سرگرمی اور جیسی
 دیانت اور سجدہ روی کا اظہار کیا واقعی وہ شکرگزاری کے لائق ہے اور ہمارے
 لئے یہ بخیر و خیر نہیں کہ اعلیٰ حضرت نے بھی ہمارے اسرار کی کارگزاری و جانفشانی
 کو پسند فرمایا ہر حال سرکار عالی کی یہ رعایا پروری اور مہربانی تہوڑی نہیں کہ ایک
 کافی زمانہ تک دونوں وقت چالیس چالیس پچاس پچاس ہزار آدمیوں کو کھانا کھانا
 کیا اور ہزار ہا آفت زدوں کو کپڑے عطا ہوئے اور خانہ بدوشوں کے لئے میکڑوں
 جھونپڑے تیار کئے گئے اور ہزاروں آدمیوں کی مدد و قرضہ سے کیجا رہی ہے۔
 جس میں خزانہ سرکاری کا لاکھوں روپیہ خرچ ہو گیا اور خرچ ہو رہا ہے۔

اس سیلابِ صدمہ ایسے لوگوں کو جو کل تک معزز اور محترم تھے اور ہزاروں
 روپیہ پر اقتدار رکھتے تھے محسوس اور نادار اور نان بینہ کا محتاج بنا دیا ہے۔
 اگرچہ سرکار عالی رعایا پروری کے فرائض سے بخوبی واقف اور نہایت سیرجشی
 کیساتھ ہر قسم کی مدد دینے کے لئے آمادہ ہے لیکن بہت سی ایسی صورتیں ہوتی

ہیں کہ سرکاری مدد و تنگی کے لئے کافی نہیں ہیں اور لوگوں کی بھی عام طور پر یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ ان کو اس ثواب کے کام میں شریک ہونے کا موقع دیا جائے چنانچہ ہمارے عروس البلاد حیدر آباد پر اس آفت ارضی و سماوی کی خبر سندھوستان کے دوسرے شہروں میں پہنچی تو لوگ فلاکت زدہ اور آفت ریدون کی اعانت اور دستگیری پر آمادہ ہو گئے اور مختلف شہروں میں چندہ کا فنڈ کھولا گیا اگرچہ سرکار عالی نے بغیر اس کے کسی سے مدد کی امید کیجائے پایا کی خبر گیری کا کام اپنے سرے لیا جو کام کہ خزانہ پر بہت بڑا بار ڈال کے بڑی فینائی سے کیا گیا مگر جب مالک غیر کی اس ہمدردی اور گرمجوشی کی خبر بندگان اقدس اعلیٰ کے سمع ہمایوں تک پہنچی تو فوراً فرامین مذکورہ بالا نافذ ہوئے اور ادھین کر بموجب آج یہ جلسہ ہوا ہے۔

پھر جاگیرداران اور دیگر معززین سے خطاب فرما کر نہایت پُر اثر الفاظ میں چندہ کی تحریک فرمائی چنانچہ اسکے بموجب ایک معتد بہ رقم چندہ کی وصول بھی ہو گئی۔ یہ نہایت پر جوش تقریر تھی جس کے اثر سے تمام حاضرین جلسہ کے قلوب موثر ہو رہے تھے اور ہر شخص آپ کی لیاقت اور قابلیت اور آپ کی تقریر کی فصاحت اور بلاغت کی داد دے رہا تھا اس میں شبہ نہیں کہ آپ کی تقریر دلوں کو جنبش میں لانے والی اور سچ تو یہ ہے کہ پتھر کو موم کرنے والی تھی اور یہی وجہ تھی کہ ہر شخص اسکو شکر محو رہا تھا۔

معین المہمان یعنی باوقار و زراے صنوجات سرکار عالی
عاجلہ الخیرات محمد معین المہمان عبدالشکور علی ہمدردی اور امت شریف آپ نے

بھی اعلیٰ لیاقت اور قابلیت اور نہایت سرگرمی اور مستعدی کیساتھ جنرل ریف کیٹی مین
 رزولوشنوں کے پیش کرنے اور کارآمد رزولوشنوں کی تائید میں سرگرمی ظاہر فرمائی
 ہے اور امید ہے کہ یومین آئندہ بھی اپنی رائیوں سے اعانت اور امداد فرماتے
 رہیں گے اور یہی نہیں بلکہ ہر گنگر خانہ وغیرہ میں تشریف لیا کر کاموں کے انجام دہی
 کی نگرانی فرماتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ نے جو محنت اور جھاکشی کی ہے اور مدد دی
 ہے یہ آپ کی عالمی داعی اور روشن خیالی قابل تعریف اور لائق توصیف ہے اور
 یہ بھی آپ کی رحمہنی اور سہروردی روشن اور نمایان الفاظ میں تاریخوں میں یاد رہیگی
 کہ آپ نے اپنا عالی شان مکان اسد باغ مصیبت زدوں کے رہنے اور اداں کو
 آرام و آسائش پانے کے لئے تجویز فرمایا چنانچہ صد ا مصیبت زدہ اور شریف متوا
 نے دمان رہنا اختیار کیا اور فراہمی چندہ کے لئے جو جلسہ عام باغ عامہ میں ہوا
 اوس میں آپ نے جو تقریر فرمائی وہ اب زرسے کہنے کے لائق ہے اور اسی سے
 ثابت ہوتا ہے کہ آپ کس درجہ ملک کے بہرہ ور اور رعایا کی تکلیف اور مصیبت کو
 دفع کرنے میں کوشاں ہیں۔

خلاصہ تقریر عالیجناب نواب فخر الملک | آپ فرماتے ہیں کہ انسانیت کا پتہ
 بہادر معین المہام عدالت و امور عامہ | انسانی بہرہ ردی ہی سے مل سکتا ہے

مگر سہروردی کی توقع جتنی اپنوں سے ہوتی ہے اتنی دوسروں سے کوئی نہیں
 کر سکتا مگر قدر تحسین و آفرین کے لائق وہ لوگ ہیں جو بلا لحاظ مذہب اور ملت
 انسانی بہرہ ردی کے لئے کمر بستہ اور تیار ہیں اور یہ وہی حضرات ہیں جنہوں نے
 اپنی کمال انسانیت اور سچی بہرہ ردی کو کام میں لا کر مصیبت زدوں کی جن کے

مکانات اور اثاث البیت حتی کہ اعزہ اور بال بچہ تک رود موسیٰ کے اوس خفقانک
حملہ کا شکار ہوئے ہیں اپنی الوا العزمی سے کی ہے جن کا میں رعایا اور جنرل رفیع
کبھی کی جانب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اس سہروردی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ حیدر آباد کے چشمہ فیض کی سبیلین نہ صرف
سند بلکہ ممالک مغربی میں پہنچی ہوئی ہیں اس کے سایہ میں بے خانان آکر نپاہ
گزمین ہوتے ہیں اور اوس کے خوان یحما سے ہر قوم اور ملت کے لوگ فائدہ اٹھا
ہیں لکھو کھا بندگان خدا کا یہ لمبا وادارہ ہے اور بے شمار خلقت اوس کی عالی حوصلگی
سے مستمتع ہو رہی ہے اس کی بے انتہا تجارت نے بڑی بڑی دساوردن کو اپنا
مسخر کر لیا ہے یہی نتیجہ ہے جو برقی قوت کا کام دیر ہی ہے۔

حضرات حیدر آباد جو آج سے تقریباً پونے دو چھینے پیشتر عروس البلا دکھلائی
کا مستحق سمجھا جاتا تھا اور اپنی رونق اور عظمت کی وجہ سے سند کے عظیم اشان شہروں
میں شمار کیا جاتا تھا اسے معلوم تھا کہ اس طرح چند گھنٹوں میں نقش بر آب ہو جائیگا اور
اوس کا جھکنا ہوا آفتاب اقبال نصف النہار ترقی پر پہنچنے ہی کو تھا کہ یوں گناہا جگا
اور اوس کے خوشامناظر کو رود موسیٰ حریف غلط کی طرح مٹا دے گی کوئی آنکھ ہے
جو اس کی پر آشوب حالت دیکھ کر نہ روئی ہو کوئی زبان ہے جس نے اوس کی
حالت زار پر رنج و تاسف سے نوحہ خوانی نہ کی ہو کوئی دل ہے جو اوس کی تباہی
اور بربادی اور سرفیلک عمارات کو زمین کے برابر دیکھ کر اور نہرا رہا نفوس کے
اتلاف کی خبر معلوم کر کے اور ذی عزت پردہ نشین عورات کو بے سرو سامانی کی
حالت میں کوچہ گردانی کرتے دیکھ کر خاک خاک نہ ہو گیا ہو۔

پھر آپ سلسلہ سکی طغیانی یاد دلاتے ہیں مگر فرماتے ہیں کہ حیدر آباد ایک شیر
خوار بچہ کی طرح اس وقت گہوارہ میں نہا تھا یا قون مار رہا تھا تاہم محمدی باغ جو قلعہ
گو لکنڈہ کے قریب واقع تھا بالکل تباہ اور برباد ہو گیا اور پرانے پیل پر ایک نینہ یانی
بلند ہو کر تہہ تھا اور دارالشفاء اور بادشاہی عاشر خانہ تک پانی آگیا تھا اس وقت
کے مدبرین نے اس کے آئینہ انداز کے لئے ایک کتوا سانکل ندی پر نہایت
مسکھ بنا یا جو رد موسیٰ میں آکر ملتی ہے اس کتوے سے ایک ہنرگانی جو ملک
کو سیراب کرے اور رد موسیٰ کی طغیانی کی محاذ نظر ہے حال کی طغیانی حیدر آباد
کے حق میں طاعون سے زیادہ مہیب اور زلزلہ سے زیادہ خوفناک تھی اس
لئے کہ حیدر آباد کی اس رونق کو جو اس نے بحیثیت مجموعی مین صدیوں میں
حاصل کی تھی مین گھنٹہ کے اندر قریب نصف کے خاک میں ملا دیا۔

حضرات حضور بند گالائی نے جس سہروردی اور دستگیری ورایا پروردی اور
غربالواری کا ثبوت دیا وہی ایسی چیز تھی جس نے ناامید دلون کو مطمئن کر دیا اور
جو گرداب بلا میں بہن پس چکے تھے ان کو ساحل مقصد پر پہنچا دیا۔ بے خانان اور
پریشان لوگون کی اعانت لکر خانوں اور اجراے نقد و پارچہ کے امداد نہ کی
جاتی تو کیا ان کا سنبھالنا آسان تھا یہ صرف اعلیٰ حضرت کی اولوالعزمی تھی جس
نے گرتوں کو سنبھال لیا انتظام رلیف کی نگرانی میں جناب ہمارا جہدار المہم بجا در

سلسلہ یہ غلط ہے۔ اگر استعطب شاہ کے وقت مین قبل آبادی حیدر آباد یہ کتوا بنا یا گیا تھا
اور سلسلہ سکی طغیانی کے بعد اس زمانہ کے مدبرین نے کوئی کتوا نہ بنا یا تھا جب وہ کتوا
خراب ہو گیا تو میر عالم بجا در نے سلسلہ مین اس کو بنوا دیا تھا۔

تاریخ گلزار آصفیہ

یہیں السلطنت نے جس خاص دلچسپی سے حصہ لیا وہ بھی رعایا کے لئے کس قدر جوصلہ افزا اور تسکین بخش تھا آپ کا یہ نفس نفیس ہر وقت شر کی حالت کو دیکھنا حکام کو مستجاب دایات دینا بے فائدہ فائدہ دلانہ اور ان کی تشفی کرنا کیا کم امید دلائے والی بات تھی انتظام رلیف کی وجہ سے جو امداد وقتاً فوقتاً تباہ شدوں کو پہنچی اور پہنچ رہی ہے وہی بڑی بات ہے دوسرے حکام اور تنظیمیں جو اس انتظام میں مصروف ہیں اور جس سرگرمی اور جانفشانی سے رلیف کا کام کیا ہے انہوں نے اپنے آقا سے ولی نعمت کے سک کا حق ادا کیا ہے اور مولوی محمد عزیز مہاراجا صاحب اور مسٹر حیدری اور مسٹر فاضل موراج اور نواب ماہر الدولہ بہادر نے بھی دلی ہمدردی کے ساتھ اس کام میں اپنے کو وقف کر دیا ہے۔

خلاصہ تقریر عالیجناب نواب شہاب جنگ بہادر وزیر کوٹوالی و تعمیرات وغیرہ
آپ کی جانفشانی اور مساعی جمیلہ جو آپ نے اس زمانہ میں فرمائی وہ بھی لائق تعریف ہیں اور آپ کی تقریر ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو کس درجہ انسانی ہمدردی اور مصیبت زدہ رعایا کا خیال ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس تحریک کا پیش کرنا اس جلسہ میں میرے متعلق کیا گیا ہے وہ بچائے خود اس قدر دلائل موجب صاف اور دل نشین ہے کہ اس کی ترتیب یا تائید کے لئے مجھ کو کسی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت نہیں اس تحریک کو نہایت مختصر تمہید کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی خوشی حاصل کرتا ہوں ہر جلسہ میں پہلے اس جلسہ کے مقاصد اور منشاء بیان کرنے کا عام قاعدہ ہے چنانچہ عالیجناب میر مجلس بہادر (یعنی مدارا لمہام سرکار عالی) انہما توفیح و تشریح کیا تھا اسکو

بیان فرما چکے ہیں اسلئے مجھ کو اس جلسہ کے مقاصد اور طغیانی کے تفصیلی حالات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ حضرات شہر کی تنہا ہی خاندانوں کی بربادی مخلوق کی پریشانی غریبی بے سرو سامانی بچشم خود دیکھ چکے ہیں اون خوفناک اور حیرت خیز مناظر کا جواثر آپ کے دل و دماغ پر ہوگا وہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اوسکو سوا مہینے کی قلیل مدت آپ کے صفحہ یاد سے مٹا دی مدہم کر سکے اور اوسکو از سر نو زندہ کرنے یا چمکانے کے لئے کسی مقرر کی جادو بیانی کی ضرورت ہو بہت سے آدمی جن کو یہ طغیانی مفلوک پریشان حال اور خانہ برباد کر کے چھوڑ گئی ہے اون کے پاس نہ رہنے کو جگہ نہ کھانے کو غذا اور نہ پہننے کو کپڑا ہے اون کا جو کچھ سرمایہ زندگی تھا سب نذر سیلاب ہو گیا کیا اس قابل رحم گروہ کی سہر دی اور دستگیری دلجوئی آپ کے مذہبی اخلاق اور تمدنی فرائض میں داخل نہیں ہے ضرور ہے اور آپ لوگوں کو اپنے آقا سے ولی نعمت یعنی اعلیٰ حضرت بندگانعالیٰ متعالیٰ مدظلہ العالیٰ خلد اللہ ملکیم کے رحم اور کرم سے سبق لینا چاہئے جنہوں نے اس گروہ کے ایک بڑے حصہ کو ٹکڑا کرنے کے لئے اپنے خاص بود و باش کے آراستہ اور پیراستہ محلوں کے دروازہ کھول دئے ہیں اور جن میں اسوقت ہزار مخلوق خدا پناہ گزین اور آرام پذیر ہے حضرت کی فیاضی نے نہ صرف اس پر اکتفا کیا بلکہ طغیانی کے دوسرے ہی دن اپنی جیب خاص اور نیز سرکاری طور سے جا بجا لنگر خانے کھلوا دئے جن میں ان خاندان برباد لوگوں کی نہایت کشادہ پیشانی سے مہنتوں مہمانی ہوتی رہی اگرچہ اسوقت وہ لنگر خانہ متوقف کر دئے گئے ہیں مگر اب بھی بذریعہ معتبر اور معتمد عہدہ داروں کے نقد و جنس اور

لباس کی شانہ ادا دجاری ہے پردہ نشین عورتوں کے لئے بذریعہ عورتوں کے مدد پہنچائی جاتی ہے جن لوگوں کے لئے شاہی مکانات میں گنجائش نہ تھی اون کے عارضی قیام کے لئے ہزار ہا روپیہ صرف کر کے مناسب مقامات پر شیدائی کر دے گئے۔ اور جو لوگ اون میں مقیم ہیں اون کی تمام ضروریات زندگی کی فراہمی میں سرکار سے مناسب ادا دی جاتی ہے ملازمین سرکاری کی ساتھ جو مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں خاص خاص رعایتیں کی گئی ہیں دو دو ماہ کی تنخواہ میں ایک ساٹھ دی گئی ہے نہایت نرم شرائط کے ساتھ مکان بنائے کو عام طور پر قرضہ اور زمین عنایت فرمانے کا حکم ہوا ہے غریب کو مفت چھینڈ وغیرہ دیا جاتا ہے غریب کو مصیبت زدہ لوگوں کی آرام و آسائش اور سہار دی کے متعلق جو انتظام پیشگاہ خداوندی سے ہوا اور پورا ہے اور وہ ایسا ہے کہ اس کی نظیر اس زمانہ میں کیا قدیم تاریخوں میں بھی ملنا دشوار ہے۔

بعد اوس کے دو گزشتہ طغیانوں کا ذکر فرما کر آپ نے قدیم حیدر آباد اور جدید حیدر آباد کی حالت جو مختلف زمانہ میں ہوئی اس کا فرق نہایت عالی دماغی سے بیان فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ دو طغیانیاں پہلے زمانہ میں آئی ہیں اور جن کے حالات ہم تک پہنچے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کا پہیلا و تقریباً اوس حد تک تھا جتنا اس مرتبہ تھا مگر جان و مال کا نقصان اس قدر نہیں ہوا تھا اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں نہ اندرون بلکہ کی اس قدر آبادی تھی نہ بیرون بلکہ کی۔ یہ آبادیاں تو رفتہ رفتہ بڑھ کر دی کی دامن تک پہنچ گئی تھیں۔ علاوہ اس کے وہ زمانہ بھی ایسا تھا جس میں ہر ملک کے رنج و راحت اسی ملک تک محدود رہتے تھے ایسی حالت میں باہر رہنے والوں کو اس کا کوئی موقع نہ تھا کہ وہ کسی قسم

کی امداد یا اظہار سہمردی کر سکیں اب زمانہ کی رفتار دوسری ہے حضرت بندگانِ عالی
کے عہدِ مہمیت مہدی برکتوں نے ریل اور تار کی اجرا آمد و رفت کی آسانی اجباروں
اور رسالوں کی اشاعت اور خود حضرت اقدس و اعلیٰ کی فیاضی اور عالمگیر سہمردین
نے ممالکِ محروسہ اور غیر ممالک کے باشندوں کو باہم ملا جلا کر شہر و شکر کر دیا ہے اور ایک
قوی رشتہ اخوت میں منسلک کر کے ایک دوسرے کا ہمدرد اور شریکِ رنج و راحت
بنادیا ہے یہی وجہ ہے کہ مصیبت زدگانِ طلعانی کی تکالیف اور مصائب کم کرنے کے
لئے ہندوستان کے مختلف شہروں میں بعض فیاض بزرگ جن کے شادہ دل بلا لحاظ
ملک و ملت اور مذہب خالص انسانی ہمدردی سے ملو ہیں نہایت جدوجہد اور
دلوزی سے چندہ جمع کر رہے ہیں۔

عموماً قول اور عمل دو مختلف چیزیں ہیں مگر شانہ اقوال افعال سے مختلف
ہئیں ہو سکتے جیسا کہ اس موقع پر ثابت ہوا خزانہ لٹ جاسکتے ہیں تجارتیں ڈوب
سکتے ہیں بنک دیوالیہ ہو سکتے ہیں لیکن جو زمین خالص نیک نیتی سے بنی نوع
انسان کی تکالیف رفع کرنے میں لگائی جاتی ہیں وہ ہمیشہ پھلتی اور پھولتی اور انکو
کسی مہم کا جو کم نہیں ہے۔

اس تقریر کے بعد لو اب خانخانان بہادر معین المہم فوج اور مسروا کر
معین المہم فیضانِ تقریریں فرمائیے وہ بھی فراہمی چندہ کے واسطے تھیں وہ تقریریں
خود ہی مختصر ہیں ان کا خلاصہ اس مقام پر لکھنا مناسب نہ تھا اس لئے ان کو ترک
کر دیا ہے گو الفاظِ قلیل اور مختصر ہیں مگر نہایت مطلب خیر اور پرمعنی ہیں اور ان کی
اندازہ ہو سکتا ہے مقررین کی اعلیٰ لیاقت اور بیدار مغزی اور روشن خیالی کا

جلیل القدر امراء میں نواب سالار جنگ بہادر ثالث کا ذکر بھی نہایت ضرور ہے کہ آپ نے باوجودیکہ آپ کے علاقہ میں بھی اس طغیانی سے لاکھوں روپیہ کا نقصان ہوا تھا یہ حکم دیدیا کہ آپ کے ایوان میں جو مصیبت زدہ لوگ ٹھہرے تھے ان کو کھانا تقسیم کیا جائے اور اور طرح کی بھی امداد کی جائے اور ایک بڑی رقم چنڈہ میں ہی عطا فرمائی اور ان کی جدہ ماجدہ صاحبہ اور دیگر بیگمات نے بھی چنڈہ دیا۔

اسی طرح نواب محمد معین الدین خان بہادر خلف امیر اکبر نواب سرسماجہ مرحوم نے بھی تمام ایوانات میں لوگوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور صد ہا بندگان خدا کو جو مصیبت میں آگئے تھے دو وقتہ کھانا تقسیم کرایا اور ایک بڑی رقم چنڈہ میں دی۔

نواب لطف الدین خان بہادر خلف نواب شمس الملک مظفر جنگ بہادر نے بھی کھانا مصیبت زدوں کو کھلوا دیا اور ایک کمیٹی قائم کی جس میں چنڈہ جمع کیا جا رہا ہے۔

عہدہ دارون کی جانفشانی اور عرق ریزی

عہدہ دارون نے جس محنت اور مشقت سے اپنے مفوضہ کاموں کو انجام دیا اس کی تعریف حضور بندگانِ تعالیٰ اور عالیجناب جہا راجہ مدارالہما ہم بہادر اور نواب فخر الملک بہادر نے فرمائی ہے جیسا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

حقیقت میں تمام عہدہ دار اس تعریف کے مستحق ہیں خاص کر مولوی احمد حسین صاحب پریوٹ سکرٹری حضور بندگانِ تعالیٰ کی شب و روز کی محنت اور جفاکشی اور سرگرمی اور مستعدی قابل ذکر ہے کہ آپ نے علاوہ اپنے منصبی فرائض کے صدقہ اور ہزارہا تار برقیوں کا جواب قابل اطمینان اعلیٰ حضرت کی جانب سے دیا اور باوجود ابد

ہجوم کا دوبارہ کے راجہ کے کاموں کے متعلق جو وعدہ شتین عہدہ داران کی جانب سے پیش ہوئی تھیں اُن کے جواب دیئے اور عہدہ داروں کو پرائیمن و سانیس جس لیاقت اور قابلیت سے آپ نے کام لیا رہ آپ ہی کے حریفین تھے حقیقت جس عالی دماغی سے آپ نے کام کیا ہے اور کر رہے ہیں اوس کے عام و خاص مدح خوان اور ثنا گسترین اور تمام سلیک ممنون اور مشکور ہے۔

مولوی محمد عزیز مرزا صاحب معتمد عدالت و کو تو الی وغیرہ۔ اوہوں نے بڑی سرگرمی اور مستعدی اور لیاقت اور قابلیت سے کام کئے ہیں اور یہی کام نہیں کئے بلکہ اُن کے ساتھ اپنے منصبی کاموں کو بھی انجام فرماتے رہے ہیں اور وہ اپنی بلیغ کوششوں اور سرگرمیوں کی وجہ سے اس قابل ضرور ہیں کہ جہانگ اُن کی قدر دانی اور عزت افزائی اور اُن کی مدح و ثنا کی جائے کم ہے۔

علی رضا اوزاب سرلمبہ جنگ بہادر میر مجلس عدالت عالیہ ہیں آپ نے بھی بعد طغیانی کے طغیانی زدہ مقامات کو ملاحظہ فرمایا اور نہایت بیدار مغزی سے نگرائی فرما کر بے خانانوں کی تشقی اور دلجوئی کرتے رہے اور تقسیم طعام کی نگرائی بھی اُن مقامات پر تشریف لیا کر جہان کھانا تقسیم ہوتا تھا فرمائی کہانوں کو دیکھنا اور طرز تقسیم سے آگاہ کرنا یہ اصلی اور حقیقی فرض آپ نے اُنپا کر رکھا تھا اور اُن فرض کو بلجاظ مردم ترسی اور اعلیٰ ارشد کی کیسا تھ برابر آپ ادا فرماتے رہے ہمنے خود دیکھا کہ ایک دن افضل گنج مین آپ پیادہ پا ان تمام امور کے انجام دہی مین اعلیٰ اوشنفری اور عالی دماغی کیسا تھ مشورہ اور محسوس کورائے دے رہے ہیں اور لوگ مدح خوان اور ثنا خوان ہو رہے ہیں حقیقت مین آپ نہایت با وضع اور نیک خصال اور عبادت گزار اور

بھی بہت بڑی تعریف کے مستحق ہیں اور ایسے برگزیدہ اور لائق مہربان اور جلیل القدر عہدہ داروں نے کارِ مفوضہ کو صرف ملازمت سرکاری کی حیثیت سے انجام نہیں دیا بلکہ اپنی ذاتی نیکی اور خدا ترسی اور حمدی سے اپنے کاموں کو باحسن و جود انجام فرمایا مثلاً راتوں کو نکلنا اور گشت کو کے نگرانی کرنا اور حق بحق دار پہنچانا اور غریب مسکین زندہ اشخاص کی دلجوئی اور تشفی فرمانا اور ان کی آرام و آسائش کا ہر وقت خیال رکھنا اور سب کی جان و مال کی حفاظت کرنا یہ سب کام بڑی محنت اور جفا کشی کے تھے جن کو وہی عہدہ دار بخوبی انجام دے سکتے ہیں جو رحمہانی اور نیکی اور انسانی سہر دی کے اعلیٰ صفات سے موصوف ہوتے ہیں۔ نواب عظمت جنگ بہادر اور نواب ذوالقدر جنگ بہادر نے اپنی دیرنگاری اور مفوضہ فرائض کے متعلق رپورٹیں بھی لکھ کر شایع فرمائی ہیں جو آپ کی اعلیٰ لیاقت اور قابلیت کا روشن اور نمایان ثبوت ہیں۔

مولوی حبیب الدین صاحب ناظم بقیع حسابات کا اس کام پر تقرر ہوا تھا کہ رود موسیٰ کے کنارہ جو دیہات واقع ہیں ان کا دورہ کر کے تحقیقات کریں اور دیکھیں کہ وہاں کیا حالت ہے بس اس کام کو آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے انجام فرمایا۔

نواب عماد جنگ بہادر متحدہ مجلس عالیہ عدالت جن کا تقرر اسپیشل ڈیوٹی پر ہوا تھا اور مجسٹریٹ درجہ اول کے اختیار عطا ہوئے تھے انہوں نے نہایت جفا کشی اور مستعدی و سرگرمی اپنے مفوضہ کام میں لیاقت اور قابلیت سے کام فرمایا آپ نواب عماد جنگ بہادر مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم و مغفور کے فرزند

ارغیب پورن جو سرکار آصفیہ کے عہدہ دار دونوں بین الکیہ لائین اور خلیق اور قابلی
 و تاجر کا اور نہایت کریم النفس و رحمہ لاء عہدہ دار تھے اور جب تک آپ سرکار رہے
 ہر شخص آپ سے اطلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ کا معرفت اور شاخ و ان ربا اور بعد
 آپ کے انتقال فرمانے کے از باب عداوت جنگ حال جو آپ کی دشمن یا دو کا ہیں وہ بھی
 آپ ہی کے قدم بقدم رفتار اختیار فرمائے ہوئے ہیں جس کا ثبوت رلیف کے
 کاموں کے بخوبی تمام ہو گیا ہے۔

مولوی ابورضا صاحب بہادر ناظم اول نے بھی علاوہ اپنے عہدہ کے کاموں کے
 انجام دہی کے سخت سے سخت محنت اور مشقت کو افرام کر محبت زدوں کی خبر گیری و جنوں
 شایستہ فرمائی اور بذریعہ اخبارات اپنی رالیوں اور تجویزوں سے رلیف کے انتظامی
 امور میں اصلاحات کی تحریک کرتے رہے ہیں وہ ایک نمایاں ثبوت آپ کی لیاقت اور
 قابلیت کا ہے اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آپ نے بھی تمام شہر کے مجبٹریٹ ہونے کے
 فرائض ہی کو پورا نہیں کیا بلکہ آپ انسانی ہمدردی کو کام میں لا کر عذگی سے شب
 روز نگرانی کرتے رہے ہیں۔

ما تحت مجبٹریٹوں میں سجدہ اور مجبٹریٹ صاحبان کے مولوی سید محمد غلام جبار
 صاحب کیل درجہ اول کی دیانت اور لیاقت کی تعریف ہونا چاہئے کہ انہوں نے
 یہی اپنی ذاتی سرگرمی اور اعلیٰ لیاقت اور دیانت سے جو کام اپنی وکالت کے
 صدقہ اور نہارا روپیہ کی آمدنی کو چھوڑ کر محض انسانی ہمدردی اور حمدی سے انجام
 فرمائے ہیں وہ قابل مدح اور ستائش ہیں اور آپ رحمدل اور انسانوں کے ہمدرد
 کیون نہوں اس واسطے کہ آپ کے والد ماجد مولانا مولوی سید یحییٰ صاحب مرحوم

اور معذور جو لکھنؤ میں نہایت متذہب اور کریم النفس اور ان لوگوں کے سہرا اور
 مشرقی علوم و فنون کے عالم و قاضی فقیہ اور قانون دان وکیل مشہور و معروف
 تھے اور یہ کہ غلامین کے ساتھ ان کی کرنا اور تکلیف زدوں کو راحت اور آرام و
 امانت پہنچانا روپیہ سے اور محنت اور مشقت کیساتھ آپ کا تاحیات یہی مشغلہ رہا اور
 پہلک کے خدمات بیان تک آپ نے انجام فرمائے کہ آج تک آپ کا ذکر اور مذکور
 لوگوں کی زبان پر ہے اور یہ مولوی سید غلام جبار صاحب آپ ہی کے فرزند
 رشید ہیں جنہوں نے طغیانی کے مصیبت زدوں کے واسطے مجسٹریٹ اور سنٹرل
 رلیف کمیٹی میں ممبر مقرر ہو کر نمایان خصوصیات کیساتھ باوجود اس کے قصوم سے
 حق نہایت مستعدی اور محنت سے کاموں کو انجام دیا ہمیشہ اپنی ذات سے ان کا
 بھی یہی طریقہ ہے کہ صد ہار روپیہ ماہانہ خاص اپنے پاس سے ارباب حاجت کو چاہے
 وہ عزیز ہوں یا غریبوں دیا کرتے ہیں اور ان کی امداد کرتے رہتے ہیں اور اوسیکا
 ثمرہ ہے کہ خداوند عالم نے آپ کو ہر طرح کی دین و دنیا کی کامیابی عطا فرمائی اور یہی
 عالی ہمتی اور ان کی اسکا باعث ہے کہ ایک رقم کثیر چندۃ مصیبت زدگان طغیانی کے واسطے
 عطا کی اور جب سرکار نے مجسٹریٹوں کے بہتہ کے واسطے تجویز فرمائی تو انہوں نے نہایت
 ادب سے گزارش کی کہ میں نے یہ خدمات اس واسطے نہیں کئے ہیں کہ مجھ کو اسکا کوئی
 معاوضہ مالی سرکار سے عنایت ہو بلکہ محض براہ سہرادی انسانی و خدا ترسی ان خدا
 کو کرنا چاہتا ہوں اور فخر سمجھتا ہوں کہ میرے خدمات کو رنٹ اور پہلک کے کار آمد اور
 مفید ثابت ہوں اور باعث خوشنودی خدا و رسول ہوں ۔

مولوی سید ہمایون مرزا صاحب بیرسٹریٹ لاسلاطین قطب شاہیہ کے وزیر سید

محمد نصیر اللہ خان جن کا قصبہ نصر اللہ آباد آباد کیا ہوا ضلع محبوب نگر میں موجود ہے اور یہاں
 اور عاشور خانہ بھی بنیے کچھ موجود ہیں اور بہت سے موانعات جاگیر میں ان کے بزرگوں
 کے پاس تھے جو اب قبضہ میں نہیں ہیں۔ ان کی شرافت اور عالی خاندانی سب اس
 مجمل کیفیت سے ظاہر ہے یہ بھی بڑے رحمدل اور انسانوں کے ہمدرد مملکت آصفیہ
 کے اطاعت گزار لوگوں میں سے ہیں۔ آپ نے بھی اس موقع طینانی میں مجسٹریٹ مقرر
 ہو کر بہت جانفشانی اور کوشش کی اور پانستاون مقدمات فیصل کئے اور فوری تحقیقات
 کر کے مصیبت زدوں کا جو مال برآمد ہوا تہادہ ان کے حوالہ کرادیا اور ہر طرح کی مدد و امداد
 میں مصروف رہے اور اپنے ذاتی کاروبار چھوڑ دے اور اپنی عیش و راحت سب بندگان
 خدا کی آسائش کی واسطے نذر کر دی جبکہ ثبوت رپورٹ مرتبہ نواب ذوالقدر جنگ بہادر کن
 جانی کورٹ و چیف مجسٹریٹ مصیبت زدگان سے بخوبی واضح ہے۔ اور یہ بھی ہو کہ آپ
 نے نہایت توجہ کے ساتھ دعاوی پیش شدہ کا تصفیہ کیا جو نہایت اہم کام تھا۔ کیونکہ
 زرعلی خانہ میں جس قسم کا مال مختلف مقامات سے داخل ہوا تھا اسکی شناخت اور
 لائق الطہیان ثبوت کا پیش کرنا مدعی کے لئے خالی از وقت اور مجسٹریٹ کو تصفیہ کے
 لئے کچھ کم دشوار نہ تھا لیکن مولوی ہمایون مرزا صاحب نے اپنے دیرینہ تجربہ اور
 قابل قدر اختیار بینی سے مدد لیکر اس نازک اور پیچیدہ کام کو نہایت آسانی کے
 ساتھ سلجھا کر انجام دیا جو قابل قدر ہے۔ آپ نے بھی ایک رقم مقدمہ (۱۷۵۰)
 چندہ میں دی اور پبلک کے کاموں کے واسطے اپنی بیرٹری کا کام نہیں انجام
 دیا۔ آپ مرزا صفدر علی صاحب مرحوم جو نظام سروس میں ایک معزز اور خدا ترس
 ڈاکٹر تھے ان کے داماد ہیں۔ آپ کی بیگم صاحبہ نے بھی اس امداد مصیبت زدگان میں

بڑے کار نمایان کئے ہیں۔ اپنے پاس سے چندہ دیا اور ایک زمانہ کیٹی قائم کی جس میں
 تمام خواتین بدوش و شرفا شریک ہوئیں اور ہزار ہا روپیہ کا چندہ اس غرض سے جمع
 کیا۔ بڑی کوشش کی کہ مستورات شرفا پر وہ نشین کی مدد میں صرف کیا جائے چنانچہ
 اس کا عمل بخوبی جاری ہے اور کیٹی مذکور جس کے ممبروں میں علاوہ دیگر صاحبہ موصوفہ کے
 جو اس کی بانی ہیں محل نواب ذوالقدر جنگ بہادر اور محل نواب سردار جنگ بہادر
 اور محل مولوی احمد مرزا صاحب فرزند جناب مولوی عزیز مرزا صاحب شریک ہیں
 اور یہ کہ وہ کیٹی کامیابی سے کام کر رہی ہے۔ شیر دکن و مخیر دکن میں اس کے حالات
 شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ہندوستانی خواتین کی یہ پہلی کیٹی ہے کہ جو حیدر آباد میں
 قائم ہوئی ہے اور کیٹی میں پیچیدہ سیکم صاحبہ موصوفہ اور اراکین نے وہی ہیں وہ بھی
 وقتاً فوقتاً شائع ہوتی ہیں۔ کیونکہ آپ کس عالی نفس و حاجی الحرمین زائر حضرت رسول
 الثقلین کی صاحبزادی ہیں۔ آپ نے منوہر آباد اسٹیشن ریلوے کے متصل براہ انسانی
 ہمدردی ایک سرائے بنوادی ہے اور آپ ہمیشہ تعلیم نسوان اور ترقی نسوان میں کوشش
 رہتے ہیں اور ایک کتاب مشیر نسوان تصنیف کی ہے جس کے صلہ میں طلانی تمغہ ملا ہے۔
 علاوہ ان کے اور بھی ماتحت مجسٹریٹ کھانا اور کپڑا تقسیم کرنے والے حضرات ہیں
 مثلاً مولوی ظفر علی صاحبہ بی۔ اے جو ایک لائق انشا پرداز اور شاعر ہیں ان کی
 شبانہ روز کی کوشش سے بڑی اعانت پہنچی۔ اور مولوی عبد المجید صاحب مددگار
 عدالت عالیہ اور مولوی محمد جامع صاحب اور مولوی عبدالغنی صاحب اور بابو موتی لال
 صاحب اور سید حیات الحسن صاحب اور مولوی سید امین الحسن صاحب اور مولوی سید
 سراج الحسن صاحب بیرٹھراٹ لال۔ اور مولوی محمد معراج الدین صاحب اور مولوی

نظیر حسین صاحب فاروقی اور شیخ الطاف حسین صاحب اور سید الطاف حسین صاحب
 اور مولوی مسعود علی صاحب مددگار معتمد تعمیرات جو نہایت درجہ قابل اور لائق ہیں اور
 مولانا محمد اسماعیل صاحب انسپکٹر صفائی اور رائے پر بھوالال صاحب صدر قسیم کمنڈل
 اور مسٹر وینکٹ رائو داتار نائب مددگار صدر محاسبی اور مسٹر اترے ملازم دفتر کونسل
 و ارفع قوانین اور ڈاکٹر احمد نواز صاحب ہیلتھ افسر بلدہ اور ڈاکٹر حامد علی صاحب
 ہیلتھ افسر چادر گھاٹ اور برادر سردار پریم سنگھ اور لواب وزیر جنگ بہادر ناظم نظم
 جمعیت - سید عباس حسین صاحب مددگار کرو گیری اور تجل حسین صاحب وکیل و
 جاسٹس رجسٹرار بلدہ اور مسٹر احمد علی صاحب انجیر اور گویند نایک صاحب مددگار
 فنانس اور مسٹر بھوپندر ناتھ صاحب فرزند ڈاکٹر اگھور ناتھ صاحب مددگار بیوہ فنڈ
 اور مولوی حاجی صفی الدین صاحب دوم مددگار سپرو سکرٹری اور منظم نگہ خانہ واقع
 کتب خانہ آصفیہ اور مسٹر کشنما چاری صاحب وکیل درجہ اول ممبر سنٹرل رلیف کمیٹی
 آپ نے بھی بڑی لیاقت و جفاکشی سے کام کیا ہے۔ اور آپ بھی وکیلون میں ایک
 سہرہ آور رہے اور قابل وکیل ہیں۔ اور مسٹر سیٹن صاحب پرنسپل نظام کالج میٹر اسٹیوٹن
 صاحب کشر صفائی اور مسٹر وارنر صاحب سپرنٹنڈنٹ صفائی اور مسٹر ویک صاحب
 اسپیشل رلیف کشر اور جلد افسران افواج باقاعدہ اور مسٹر ڈنلاپ صاحب بہادر معتمد
 مال گزاری اور نواب سلطان یا ور جنگ بہادر کشر پولس یعنی کو تو ال بلدہ اور مسٹر سنگھ
 صاحب بہادر انسپکٹر خیر پولس اضلاع ہیں۔ ان جلد حضرات کی خدمات لائق شکر
 گزاری سپیک ہیں جنہوں نے شب و روز حسن لیاقت اور قابلیت سے اپنے کاروائے
 معوضہ امدادی کو انجام فرمایا اور اسی وجہ سے قابل تحسین اور لائق آفرین ہیں۔

بچانے کی بڑی کوشش کی اور ڈیٹا افسر پولس پرین کہ ان کی لیاقت اور قابلیت مشہور ہے۔ اور ان میں مصیبت کے زمانہ میں وہ بڑی مدد ملی اور سرگرمی سے مصیبت زدہ اشخاص کی مدد دی کہ سہ پہن اور سہی و ان میں بہت سے نسل و آب افسر جنگ بہادر کے یہ بھی جیکہ چادر گھاٹ کے پل پر ٹھکانا کا بہت زور و شور تھا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی کو عبور کر گئے تھے کمال دلیری اور جرات کے ساتھ۔

مولوی عبدالغفور صاحب وکیل ہائی کورٹ نائب صدر نشین صفائی اور مولوی سید لطف علی صاحب وکیل اور مولوی عبدالباقر خان صاحب وکیل ان حضرات نے بھی اپنے مکانات میں مصیبت زدوں کو ٹھہرایا اور انکی امداد و اعانت کی۔ مولوی سراج علی صاحب خلیفہ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم سابق محتہ مال و فائز کے مکانون میں بھی صد ہا آدمی پناہ گزین ہوئے۔ مولوی آغا سید حسن صاحب فرزند مولوی سید افضل حسین صاحب مرحوم میر مجلس نے بھی اپنا کل عالی شان مکان اہل مصیبت کے لئے کھول دیا اور خد بہر طرح کی تکلیف برداشت کر کے ایک عرصہ تک تمام لوگوں کو مقیم رکھا۔ مولوی عبدالرحیم صاحب وکیل ریاست پالوینہ نے بھی بہت دنوں تک ہزار ہا روپیہ کے مصارف سے اہل حاجت کو طعام و پارچہ تقسیم کیا۔ مولوی محمد زکریا خان صاحب سابق مددگار صوبہ دار کے مکان میں بھی ایک عرصہ تک لوگ مقیم رہے۔ اسی طرح مولوی سید تصدق حسین صاحب مہتمم کتب خانہ آصفیہ (جنگے بعض اجداد گیارہویں صدی ہجری میں عہدہ طلیع قضاۃ خلد آباد صوبہ اورنگ آباد واپس پور صوبہ برار پر حسب الحکم سلاطین دہلی سرفراز ہوئے اور اب تک ان کی اولاد میں عہدہ مذکور باقی ہے) نے بھی اس موقع پر

کوئی دقیقہ ہمدردی و خداترسی و خدمت گزاری مصیبت زدگان کا اٹھا نہیں رکھا ہے پہلے یہ کیا کہ سرکاری کتب خانہ کے ذیلی مکانات میں بہت سے بے خانان لوگوں کو نہایت آرام سے ٹہرنے کی جگہ دی اور ہر طرح سے اُن کی دلجوئی کی چنانچہ ایک بہت سے بے خانان نہایت آرام سے وہاں مقیم ہیں اسکے علاوہ روزانہ ارباب مصیبت کو بعد تحقیقات کامل سرکاری لنگر خانوں سے طعام و پارچہ وغیرہ دلانے کی پوری کوشش کی اور صد ہا زندگان خدا کو مہمان لنگر خانہ جات طعام و لباس کے پاس پہنچا کر ان کی مدد کی۔

مولوی محمد پناہ صاحب مددگار صدر محاسبی کی انسانی ہمدردی اور خداترسی اور رحمدلی بھی قابلِ داد ہے کہ آپ نے طغیانی کی پُر آشوب زمانہ میں بے خانانوں کو اپنے مکان میں بالتمام تمام جگہ دی اور روپیہ سے بھی اعانت فرمائی۔ علیٰ ہذا بابو بانکے بہاری صاحب گتہ دار نے قیمتم کھانے کے زمانہ میں نہایت لیاقت و جاہلیت سے کام کیا ہے۔

پنڈت کشن راو صاحب مالک اخبار شیردکن نے بھی ازراہ انسانی ہمدردی اور رحمدلی تمام زمانہ طغیانی میں بڑی محنت اور جاکشی ظاہر کی اور شب و روز دیرا شدہ محلات کو مشاہدہ کیا اور طغیانی زدہ اشخاص کی دلجوئی اور تشفی کی اور اپنی لیاقت اور لیاقت سے مضامین لکھ لکھ کر اعانت اور امداد لیلیف کیٹی کے افسروں کو پہنچاتے رہے۔ شیردکن اخبار حیدرآباد میں ایک عمدہ اور کثیر الاشاعت پرچہ ہے اور نہایت اعتدال کے ساتھ گورنمنٹ نظام کو اپنے عمدہ مضامین سے مدد پہنچاتا رہتا ہے۔ اور یہی ایک اردو اخبار اعلیٰ درجہ کا حیدرآباد میں ہے جو روزانہ

شائع ہوتا ہے اور اپنے قبیلہ قدر و پایہ قدر سے اس میں ہر قسم کی رعایت کو غاندہ
پہنچاتا رہتا ہے۔

پیکر و شکر کی خوش آواز و خوش بختی

مردوں کا کیا ذکر ہے؟ آئیے عرض کرتے ہیں کہ ان کے اندر اتنے دلگیر اور پوسین نے اس
مصیبت میں مصیبت زدگان کی طرح اعانت کی ہے اور اپنے پاس سے ہر بار وہ
غایت فرمایا ہے اور زمانہ کی کشتیاں قائم کی ہیں اور خود بنفس نفیس مقامات قیام مصیبت
زدگان پر جا کر پروردگار پر دعا کرتے رہے اور تشدد و عجز سے ان کی مدد کی۔
اور بیماروں کا علاج کرایا تاکہ ان کو کیا این تان شان شادی اندر سیلاب ہو گیا تھا۔
ان کے کھجور کاری امداد اور اپنے چندہ سے کرائے۔ اور کوئی دقیقہ امداد
مستورات شرفا جو مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھیں انھیں رہنمائی رکھا بعض کئے اسما
گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اور تعداد چندہ وغیرہ جو ان مستورات پر عطا
فرمایا ہے وہ اخبار میسر دکن وغیرہ میں شائع ہوتی رہتی ہے۔

منبر مشرکین و اگر معین الہام فنانس
منبر مشرکین پرنسپل نظام کالج۔

منبر حیرتی صدر محلہ مدرسدہ اعزہ
لنوائیہ۔

منبر اسٹریج نائب پرنسپل نظام کالج۔
منبر وارنر ہٹم صفائی۔
منبر ناٹو۔

بیگم صاحبہ مشرک اکبر حیدری معتمد فنانس
بیگم صاحبہ ڈاکٹر کریم خان خدیو جنگیہ دربار
ناظم طبابت۔

بیگم صاحبہ سید ہمایون مرزا صاحبہ شریعہ
صاحبزادی عبداللہ شاہ صاحب
خجستہ سلطانی صاحبزادی نصیر الدین حید
صاحب شاہزادہ دہلی۔

ملک اکو اور مشرک اور منبر ناٹو کو پیشکدہ علم حضرت ایڈوکیٹ منجم سے جلدی کر لیا کہ کاروبار ان کے ٹل عطا ہوا ہے۔

باب

جسٹس ہاس کے پڑوسی

اصلاح میں فراہمی چندہ کے قیلے | اب سے پہلے اصلاح میں فراہمی
چندہ کا جملہ چنا ہے | جسے خرید کر

صاحب بہادر صوبہ دار ونگل سے ازراہ انسانی سمجھداری مستحق قرار دیا اور چارہ کی
تحریک فرما کر معتد بہ زخم رسول فرمایا۔ اس کے صاحب موصوف بیٹی انبی لیاٹھ اور
قابلیت و اخلاق سے ہر دین پر ہو رہے ہیں اور آپ کے فراج میں اتفاق پڑی
اور رحم و کرم ان انون کے ساتھ اس درجہ ہے کہ چلو دیکھتے وہ آپ کا درج و مقام خوان
ہو رہا ہے۔ نئی ہذا مشر بر روحی صاحب الخاطب بہ نواب بروز جنگ بہادر صوبہ دار
اورنگ آباد اور نواب فرامرز جنگ بہادر صوبہ دار میدک اور مولوی سید یوسف اللہین
صاحب صوبہ دار گلبرگ نے فراہمی چندہ مصیبت زدگان میں جو مساعی جمیلہ مبدول
فرمائی ہیں ان کے رحم و کرم کے کارنامہ ہمیشہ کی واسطے تاریخوں میں یاد رکھنے کے
قابل ہیں۔

علاوہ صوبہ داران کے تعلقداران اصلاح نے بھی بہتین فراہمی چندہ میں کوشش
کی ہے جن میں سے مولوی سید امیر حسن صاحب تعلقدار پرہیزی کا نام نامی اور آپ کی
بلیغ کوشش ایسی ہیں کہ تاریخوں میں روشن الفاظ میں لکھنے کے لائق ہیں اسی
طرح پر اور رحمدل اور لائق اور قابل تعلقدار صاحبان ہیں بشل نواب رفت یارک

اول تعلقہ دار محمد آباد بیدر و مولوی سید محمد صاحب بلگرامی اول تعلقہ دار ننگنڈہ اود
 راجہ اندر کرن بہادر اول تعلقہ دار گلبرگہ اور مولوی سید زین العابدین صاحب بلگرامی
 اول تعلقہ دار ضلع لہ پور و نواب لیاقت جنگ بہادر اول تعلقہ دار نظام آباد و مولوی
 محمد علی صاحب اول تعلقہ دار عادل آباد وغیرہ۔

غیر مالک کے ہمدردانہ جلسہ
 غیر مالک میں فراہمی چندہ مصیبت زدگان
 ملغیانی حیدر آباد کے واسطے جو چلے ہوئے

اُن میں شہر لکھنؤ اور دہلی اور کلکتہ اور مدراس اور بمبئی وغیرہ میں۔ لکھنؤ میں بنایا گیا پیراگ
 ٹرین صاحب بہار گورنرس اعظم لکھنؤ مالک مطبع اودہ اخبار نے ازراہ رحمہ لی اور کریم انفسی
 پر زور الفاظ میں چندہ کیواسطے اپنے مشہور اور معروف اخبار میں اپیل شائع فرمائی
 اسل پیل کے شائع ہوتے ہی راجہ سر تصدق رسول خان صاحب بہادر کے سی۔ سی۔ ایس
 الی۔ تعلقہ دار جہانگیر آباد نے پندرہ سو روپیہ حیدر آباد کے مصیبت زدگان کے لئے عطا
 فرمایا اور دیگر حضرات نے بھی۔ جناب راجہ صاحب کی سیر چشمی اور فیاضی شہرہ آفاق ہو
 اور آپ نہایت منظم اور مدبر ہیں اور آپ نے اپنی اعلیٰ قابلیت اور لیاقت سے
 اپنی ریاست کا ایسا عمدہ انتظام کر رکھا ہے کہ سب لوگ آپ کی تعریف اور توصیف
 میں رطب اللسان ہیں۔ درحقیقت بابو صاحب اپنی سیر چشمی اور فیاض دلی میں مشہور
 نزدیک اور دور ہیں اور کیوں نہوں آپ فرزند رشید ہیں جناب منشی نوکشور صاحب
 بیکنڈہ باش کے جنہوں نے اپنی دوران حیات میں لاکھوں روپیہ تعلیم اور رفاہ عام
 کے کاموں میں بطور چندہ عطا فرمائے تھے پس بابو صاحب انہیں مرحوم اور مغفور
 کے روشن اور ممتاز یادگار ہیں جو اپنے اخلاق اور حسن سلوک اور انسانی ہمدردی

اور رحمدلی سے مشہور ہو رہے ہیں۔

علاوہ ان ہندوستانی جلسوں اور تحریکوں کے انگلستان میں جو شاندار جلسہ گزشتہ
ایام میں منعقد ہوئے اور اسکے حالات اس واسطے اس تاریخ میں لکھے جاتے ہیں کہ اس
پہلے ہندوستان کے شعلی کہی اس خصوصیت کے ساتھ جلسہ نہ ہوا تھا خصوصاً حیدرآباد
کے واسطے ایسے جلیل الشان جلسہ کا انعقاد جس میں بڑے بڑے لارڈ اور مارکویس اور
وزرا اور دیگر ممبر آئردہ پنشن یاب مدیر اور منظم عہدہ داران وغیرہ کی شرکت روشن اور
بین ثبوت اس امر کا ہے کہ حضور ہند کا تعالیٰ کے عہد مہدلت مہدین آپ کے فیض
و کرم اور آپ کی مدبرانہ شانہ قابلیت سے اور بات سے بھی کہ آپ کو اپنی رعایا
کا کس درجہ خیال شب و روز رہتا ہے اور حیدرآباد نے دنیا میں کس درجہ ہر دلی نری
پیدا کر رکھی ہے کہ اس میں سیلاب کے آجانے سے تمام دنیا کے لوگوں نے بڑی
سرگرمی اور مستعدی سے ہمدردی کا اظہار کیا خاص کر انگلستان کے مشاہیر نے جلسے
بھی کئے اور یہ عظیم الشان جلسہ لارڈ میئر صاحب کی صدارت میں مینشن ہوس میں منعقد
ہوا تو اس درجہ ہمدردی کا اظہار حیدرآباد کے طبعانی زدہ اشخاص کی نسبت کیا گیا ہو
کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس جلسہ کی مفصل کارروائی کے دیکھنے سے اس کی عظمت و جلالت
اور علوی شان کا اندازہ ہو سکتا ہے اور ذیل میں تقریرون کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے
تاکہ اس تاریخ کے پڑھنے والے سمجھ لیں کہ اہل انگلستان کو کیسی سچی اور حقیقی ہمدردی حیدرآباد
اور اس کی رعایا کے ساتھ ہے۔

اس جلسہ کے صدر نشین لارڈ میئر تھے جنھوں نے موجودگی ہندوستان کے ہر دلی نری
سابق گورنر جنرل لارڈ رین اور رائٹ آئریبل ممبر کانن ممبر پارلیمنٹ و نائب وزیر ہند

اور لارڈ کوئٹہ اور سر ڈیوڈ ریڈ کی بارہ بیئر مار کوئٹہ اور لارڈ ہائیڈ اور مولوی سید
سید صاحب بلگرامی اور مسٹر کے جی گپتا اور مسٹر رویترا چند رائے اور مولوی سید
امیر علی صاحب اور آنریبل مسٹر گوکھلے وغیرہ ایک تقریر فرمائی جو اس طرح ہے -
خداوند اہل پیچ لارڈ میئر

چند گھنٹہ کی تباہی نے پانچھزار سے اوپر جانوں کا نقص
کیا اور پانچ لاکھ کی آبادی میں سے بڑھ آبادی کے تمام مکانات کو برباد کر دیا جس کے
اثر سے ہزار ہا آدمی بے خانمان اور روٹی کپڑے کو محتاج ہو گئے ہیں -

ریاست ہند پر آباد ہمارے قدیم ترین وفاداروں میں سے ہے اور ایک صدی
سے ہم اور وہ باہمی مواجدہ برقرار رکھ چکے آتے ہیں - تاریخی اور انسانی ہمدردی کی بنا پر میں
آپ لوگوں سے اس اپیل کے ساتھ ہمدردی کا خواہنا ہوں اور میں یہ کہنے کی اجازت
بھی چاہتا ہوں خصوصاً اس وقت جبکہ ہندوستان کے دیگر حصص میں بھلی بھلی ہوئی ہے اور
طوائف الملوک کے تکلیف دہ آثار ظاہر کئے جا رہے ہیں - مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم کھانا
باشندگان ہند کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کریں اور انہیں دکھائیں کہ ان کے ساتھ
ہمیں کیسی سچی ہمدردی ہے اور یہ کہ ہم ان کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں اور ہم ان
کے زخموں کو اچھا کرنا چاہتے ہیں نہ کہ حقارت سے جھک دو سری طرف منہ پھیر لینا
چاہئے - اسکے بعد لارڈ میئر نے سر ڈیوڈ بار سابق ریزیڈنٹ حیدر آباد کی نسبت پند کلمہ
کہہ کر رزیڈنٹ پاس کرنا ان کے حوالہ کیا - کرنل سر ڈیوڈ بار کی نسبت لارڈ میئر نے فرمایا
کہ یہ ہندوستان کے دیگر حصص میں ممتاز خدمات انجام دیکر پانچ سال تک حیدر آباد
میں ریزیڈنٹ کی اعلیٰ خدمت پر ممتاز رہے ہیں اور اس خدمت کی انجام دہی کے دوران

مین ادن کو بوجھ لیا قت اور ہمدردی حضور نظام کے مزاج میں رسوخ حاصل ہو گیا جو ریاست حیدر آباد کے نہایت قابل اور لائق حکمران ہیں اور سر ڈیوڈ بار کو رعایا کی حیدر آباد کی حالت ضروریات اور حضور نظام کی رعایا کی ونداداری سے واقف ہونے سے خوب موقع حاصل رہا ہے اسکے بعد کرنل ڈیوڈ بار صاحب نے جو رزولوشن پیش کیا وہ یہ ہے۔

رزولوشن جلسہ ہذا حضور نظام اور رعایا کے حضور نظام سے اس مہیت اور تباہی پر اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے جو حال کی تباہی سے رعایا حیدر آباد کو لاحق ہوئی ہے اور یہ کہ حیدر آباد ڈسٹرکٹ کمیٹی کو مجاز کیا جاتا رہے کہ پبلک سے اپیل کر کے چندہ جمع کرے اور مہیت زدگان حیدر آباد کی امداد کی غرض سے پیسے ادھنوں نے کہا کہ سب سے بڑا بکریہادری کا کام دولٹری ڈاکٹرون یعنی مسٹر نیٹو اور مسٹر کوریانے انجام دیا جنھوں نے وکٹوریہ زمانہ اسٹیک کی تمام زمانہ مریضوں کی جانیں بچائیں اور جنھوں نے رلیف کی اون تدا بیر اور انتظام کا تعریفی الفاظ میں ذکر کیا جو اعلیٰ حضرت حضور نظام اور مہاراجہ مہرشن پرشاد بہادر اور اعلیٰ عہدہ داران سرکار عالی اور امرائے دولت آصفیہ نے فرمایا ہے اور امداد مہیت زدگان کے لئے چندہ کھولا ہے اور آپ نے لندن کے رلیف فنڈ کے آنریری سکریٹری مسٹر لطیفی کی مستمدی اور بخاشی کی بھی تعریف کی اور انگلستان کے ہر طبقہ کے لوگوں کو چندہ مین شریک ہونے کی ترغیب اور کھریص دلائی ان کی تائید میں مسٹر بکائن نائب وزیر ہند نے جو تقریر فرمائی اوسکا خلاصہ یہ ہے۔

خلاصہ تقریر مسٹر بکانن | آپ نے فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ حضور نظام نے جسے چندہ کی اپیل کی ہے ہرگز آپ نے اپیل نہیں کی آپ صاحبان سٹوڈنٹس بار صاحب کی زبان سے سُن چکے ہیں کہ حضور نظام نے اپنی مصیبت زدہ رعایا کے ساتھ کسی فیاضی اور ہمدردی کا سلوک فرمایا ہے اور آپ کی گورنمنٹ نے کس طرح مصیبت زدہ رعایا کی رفع تکلیف کی جانب مستعدی اور بھلائی ظاہر کی ہے پس حضور نظام کی مثال ہمارے لئے تمام ایسٹون سے بہتر اہل ہے اسکے بعد سر ایچ ایس کینگ ممبر پارلیمنٹ نے صدر انجمن کے لئے شکریہ کی تحریک پیش کی اور کہا کہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضور نظام ہمارے دلی اور وفادار دوستوں میں سے ہیں ہلکو چاہئے کہ ہم اون پر اور اون کی مصیبت زدہ رعایا پر یہ ظاہر کریں کہ ہم نازک وقت میں اون کو بھول نہیں گئے ہیں اس تحریک کی تائید مسٹر بطینی آنریری سکریٹری نے کی اور کہا کہ میں باشندگان ہند کی جانب سے آپ کے ہمدردانہ الفاظ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور نیز اون دس ہزار بیواؤں اور یتیموں کی طرف سے بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ جن کی خاطر آپ صاحبوں نے اس قدر تکلیف برداشت فرمائی۔ اسکے بعد لارڈ میر نے اسکے جواب میں تقریر فرمائی اور بعد اوسکے یہ جلسہ برخاست ہوا جو ہمیشہ تاریخوں میں یاد رہے گا۔

باب نہم

سنے سنائے حیرت انگیز واقعات

باب ہذا احوال کے نام کیا گیا ہے کہ اس میں وہ تعجب خیز اور حیرت بخش و عجیب واقعات لکھنے کے لائق ہیں جو دنیا میں بڑے بڑے حوادث کے ظہور میں آنے سے

میدا ہوتے رہے ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں بھی اس قسم کو خدادگزر چکے ہیں یعنی جب کبھی ایسی طوفان باد اور باران اور زلزلے آئے اور دیریاؤں اور ندیوں میں سیلاب نمودار ہوئے یا آتش زنی کے واقعات ہوتے رہے تو ان کے ظاہر ہونے سے یہ تو ہوا کیا ہے کہ بہت سی جانوں کا نقصان ہوتا رہا مگر ایسی محشر انگیزہ حالتوں اور قیامت خیز واقعات میں بھی ہوا کیا ہے کہ اکثر آدمی محفوظ بھی رہے ہیں جنکے حالات سن کر اور دیکھ کر مومنین حیرت ظاہر کرتے رہے ہیں پس یہ واقعات بھی اسی طرح کے واقعات ہیں جو موسیٰ ندی کی طغیانی سے زبان زد خاص و عام ہو رہے ہیں۔

جدیدہ قدیم زمانہ کا فلسفہ اور سائنس بھی ان واقعات کو اور اس قسم کی تمام روایات اور حکایات کو افسانوں اور قصہ کہانیوں کی کتابوں کا ضمیمہ سمجھتا ہے مگر ان واقعات کے تعلق جو اسباب بیان ہوئے ہیں یا ہوتے ہیں وہ قابل اطمینان اور لوگوں کے نزدیک نہیں سمجھے جاتے جو قدرتی نیڑگیوں اور قدرتی کرشموں کی باریکیوں کو سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جب قضا آتی ہے اسی وقت انسان مرتا ہے اور جس کی قضا نہیں ہے وہ بڑھتا میں محفوظ رہتا ہے۔ بڑی سی بڑی لڑائیوں میں جہاں گولیوں اور گولوں کا مہمہ برسا کرتا ہے وہاں سب کہان مر جاتے ہیں یہی حالت حوادث زمانہ کی ہے اور طوفانوں کے واقعات کی کہ ان میں ایک شمار عظیم مبتلا ہو جاتا ہے مگر مرتے وہی ہیں جن کی قضا آجاتی ہے اور ان کی جانیں محفوظ رہتی ہیں جن کا قدرت نے دوسرا وقت مقرر رکھا ہے اور یہی وہ باتیں ہیں کہ نہ پہلے سمجھی گئیں اور نہ اب سمجھ میں آتی ہیں مثلاً پہلے جو کچھ گذر گیا وہ گذر گیا حال کے واقعات جو حیدر آباد کے عظیم الشان سیلاب نے پیدا کر دیئے تھے وہ کیا کم ہیں قدرتی مہزوات اور قدرتی نیڑگیوں کے ثبوت کے واسطے۔ بخجلہ اور

سنے سائے واقعات کے چند واقعات ایسے ہیں جو موسیٰ ندی کی طغیانی
قدرتی نیرنگیوں کے ثبوت کے واسطے چوڑائی ہے اور اس تایخ کے پڑھنے والوں کی
دل چسپی اور دل آویزی کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

واقعات یہ ہیں (۱) اس طغیانی میں وہ لوگ جو کسی محفوظ مقام پر پہنچ گئے
تھے اون کا بیان ہے کہ سیلاب کے زور شور میں صدا ہا اور ہزار ہا مردے شل مرغابوں کے
ہتھکڑیوں پر لٹے ہوئے اور چمپوں - چھتوں اور درختوں پر زندہ بچھڑے اور بہتے ہوئے نظر آ رہے تھے
ان میں بھی بہت سے فکر انگیز مازندہ تھے یا دیکھتے ہی دیکھتے مر گئے اور بعض درختوں پر
لٹک کر پھنس گئے اور بعض طغیانی کے جو لوگ زندہ رہے تھے اون کی حالت زار دیکھی
نہیں جاتی تھی۔

(۲) یہ واقعہ بھی عجیب و غریب ہے کہ ایک مرزا تھے جب اونہوں نے دیکھا
نہ مکان میں باؤں آ گیا بس وہ اپنی بیوی اور بچوں اور متعلقین کو لیکر گھر سے نکلی پڑے
ابھی اپنے مکان سے نکلے ہی تھے اور کسی جانب راستہ بوجہ پانی کے نہ ملتا تھا کہ دفعتاً
اونہوں نے ایک عظیم الشان مکان کو گرتے دیکھا اور سکا گرنا ہی تھا کہ مرزا کے آگے
ایک باند ٹیلہ ہو گیا یہ اسکو اپنی پناہ کا مقام سمجھ کر اس ٹیلہ پر چڑھ گئے۔ اب چڑھنے کو تو
چڑھ گئے مگر وہاں پہنچ کر ایک گہوڑے کو بہتے ہوئے آتے دیکھا۔ مرزا کو تیرنا آتا تھا اور
رہا نہ گیا اور وہ ٹیلہ پر سے اس ارادہ سے کود پڑے کہ گہوڑے کو پکڑ لیں اور اوپر
لوگوں کو سوار کر کے نکال لیجائیں۔ اب اونہوں نے جا کر گہوڑے کو پکڑا اور اوپر سوار
ہوئے اور ایال پکڑ لے گہوڑا تھا زبردست اسکو اپنی ہی جان کے لالے پڑے ہوئے
تھے جب اوس نے دیکھا کہ یہ کون بلا آگئی اب اوس نے اور وحشت کی لی اور مرزا کو

ٹے بھاگتا ہوا دھڑکی دھڑکی گھوڑے نے پچھاڑ کھائی اور مرزا کو پانی میں پہنیک کر آپ بکدوش ہوا اتفاق سے مرزا کو ایک موٹی ناٹ یعنی شہتیر لگی اب مشہور ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہا فوراً اس کے سہارے سے مرزا تیر کر ایک درخت تک پہنچے اور اوسپر چڑھ گئے اب وہ گھوڑا اوسی ٹیلے پر پہنچا جس پر مرزا صاحب کے متعلقین پہلے سے تھے اور اوس نے لالون اور ٹاپون سے ان سب لوگوں کو مار کر پانی میں گرادیا اور گرنا تھا کہ پانی اون کو بہا لے گیا اور مرزا صاحب یہ سب کیفیت دیکھتے ہی رہ گئے اور آپ بچ گئے۔

(۳) ایک صاحب کی ایک بی لڑکی تھی اوسکے والدین نے اوسکو بڑے ناز و نعم سے پرورش کیا اور ہزاروں ارمان اور لاکھوں آرزوئیں اوس لڑکی سے وابستہ تھیں اوسکی شادی کئے واسطے زیور وغیرہ سب بنوایا تھا اوسکی نسبت بھی سوچکی تھی دو مہینے میں اوسکی شادی ہونیوالی تھی کہ یکایک سیلاب آگیا اور اوسکے مکان میں پانی پہنچا اور پانی بڑبڑاتا شروع ہوا اب سب کو موت کا یقین ہو گیا۔ لڑکی کے والدین کو اوسکی شادی کی تمنا دل کی دل ہی میں رہی جاتی تھی جب اونہوں نے دیکھا کہ موت قریب ہے تو اونہوں نے اپنی لڑکی کو زیور پہنا کر اور دولہن بنا کر دیکھنا چاہا اور اوسکو دولہن بنایا مگر اوس لڑکی نے کہا کہ موت یقینی ہے اگر یہ زیور جسم پر رہیگا تو اوسکے لئے نامحرم جسم پر ہاتھ لگائینگے۔ اللہ اللہ یہ کیسی باعفت لڑکی تھی جسکو یہ گوارا نہوا اور اوس نے تمام زیور اوار کر دیا میں پہنیکدیا اور سب کے سب کلمہ طیبہ پڑھ کر آمادہ مرگ ہو گئے مگر قدرتی کرشموں میں یہ کرشمہ بھی عجیب ہے کہ دفعتاً پانی کا زور گھٹنا شروع ہو گیا اور سب کے سب محفوظ رہے۔

(۴) اس بڑی طغیانی میں بھی پرانا میل جیسا تھا ویسا ہی بنا رہا طغیانی اور سیلاب نے اوسکو صدمہ دیا اور ہزار ہا چمکے دے ہوئے مگر پرانی عارتوں اور پرانے پلوں کا کیا کہنا کہ

اس طوفان میں بھی اون کو صدمہ نہ پہنچا اسپر جس درجہ حیرت کی جائے یہاں علی ہذا القیاس
معبود گاہوں کا محفوظ رہنا اچھے کی بات نہیں تو اور کیا ہے یعقوب کی مسجد قریب دروازہ
چادر گھاٹ دوسو دس کی پرانی مسجد ہے مگر اس طغیانی سے اسکو ذرا بھی صدمہ نہیں پہنچا۔
(۵) دوسرا گھوڑا جبکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ پانی کے وہار سے مین بہتا ہوا جو بہت
بلند بہ رہا تھا اتفاق سے ایک مکان کی چھت پر پہنچ کر گھرا ہو گیا قدرت خدا سے وہاں
ہری گھاس بھی کہیں سے بر آئی وہ بھی اسی چھت پر رک گئی جب طغیانی دفع ہو گئی
تو لوگوں نے دیکھا کہ گھوڑا چھت پر گھرا ہوا ہری ہری گھاس کھا رہا ہے۔

(۶) یہ واقعہ بھی قدرتی نیرنگیوں کی واسطے کافی و دافی ہے کہ اس طغیانی میں کئی
آدمی جو بھگڑ آئے تھے اور ایک درخت پر چڑھے ہوئے بیٹھے تھے ایک اور صاحب ہتھو
ہوئے آئے اور چاہا کہ اس درخت پر چڑھ جائیں مگر اسکو جو لوگ کہ پہلے سے اس درخت
پر بیٹھے ہوئے تھے اون میں سے ایک صاحب نے یہ سمجھ کر کہ درخت کمزور ہے اگر یہ صاحب
بھی اس درخت پر آجائیں گے تو اور بھی لنگر بڑھ جائیگا لات ماری اور اسکو چڑھنے نہ دیا
وہ پھر بہتا ہوا چلا گیا اور ایک مقام محفوظ پر پہنچ کر ٹکیا مگر جس نے لات ماری تھی اور اسکو درخت
پر چڑھنے نہ دیا تھا اسکا حشر یہ ہوا کہ سیلاب نے درخت کو ٹکڑیوں میں مار مار کر کئی مرتبہ پانی میں
ڈبوایا اور پھر اوبھارا اور اسوقت تک یہی کیفیت رہی جب تک کہ لات مارنے والا اپنے
کیفر کردار کو پہنچ کر غرق نہ ہو گیا جب وہ غرق ہو گیا اسوقت درخت قائم ہو گیا اور اور
لوگ جو اس درخت پر بیٹھے تھے وہ بچ گئے۔

(۷) چادر گھاٹ میں طغیانی کے وقت ایک صاحب جا رہے تھے اونہوں نے
دیکھا کہ ایک عورت بہتی ہوئی آ رہی ہے اونہوں نے اپنی چادر کو جو اسوقت اون کے

پاس موجود تھی پسینکا اور کہا کہ اسکو پکڑ لے اور جب اوس عورت نے اوس چادر کو پکڑ لیا تو اونہون نے اوسکو کنارہ پہنچ لیا اب دیکھا کہ ایک دوسری عورت بہتی ہوئی آرہی ہے اوس سے بھی اونہون نے کہا کہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدے اوسنے جواب دیا کہ یہ ہاتھ وہ ہاتھ ہے کہ میں نے اسکو کبھی غیر کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ یہ کہنا ہی تھا کہ پانی کے تہ پڑنے اوسکو خود ہی کنارہ پر پہنچا دیا اور جبکہ اوس کی قصانہ بھی تو وہ اسطرچ محفوظ رہی۔

(۹) ایک صاحب کا حال یہ سنایا ہے کہ اون کے مکان میں چار سو آدمی محل کے آکر جمع ہو گئے تھے مگر جب پانی کا ریل آیا تو سب کے سب بہہ گئے ابھی پانی برابر آ رہا تھا اب جس بالائی درجہ میں یہ صاحب تھے اون سے اون کی لڑکیاں لپٹی ہوئی تھیں یہ صاحب بھی بہے اور لڑکیاں اون سے چوٹ کر بہ گئیں اور اون کی والدہ بھی بہ گئیں مگر اون کا لڑکا بہ کر کنارہ پر پہنچ کر بچ گیا اور وہ صاحب بھی بہتے ہوئے ایک درخت کے قریب پہنچے اور درخت پر چڑھ کر بچ گئے۔

(۱۰) ایک ضعیف اور ایک ضعیفہ پانی کے تل میں پائے گئے معلوم نہیں کہ یہ کہاں دب رہے تھے کہ بعد طغیانی ہول اٹھ گئی کہ ہم یہاں ہیں ہم کو نکالو۔ جب لوگوں نے آواز سنی اور ایسی آواز کہ گویا قبر سے آرہی ہے فوراً لوگ دوڑ پڑے اونزل کو اولٹ پلٹ کر دیکھا تو یہ دیکھا کہ ایک کہن سال جوڑا اوسکے اندر زندہ موجود ہے ضعیف صاحب تو بعد نکلنے کے خدا گنج سد ہار گئے مگر ضعیفہ ابھی تک زندہ ہے اور شاید ابھی عرصہ تک زندہ رہے اسوا سٹے کہ لوگ کہتے ہیں کہ جو اس طغیانی میں آکر بچ گیا ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔

(۱۱) بیگم بازار میں بالکنڈینامی ایک سا ہو کار تھے اون کا بہت بڑا مکان تھا

اور چار پانچ لاکھ روپیہ پر قادیاب بھی تھے انیس پاپیس علاوہ اون کے مکان کے آدمیوں اور آدھ اون کے مکان میں پناہ گیر تھے پانچ سال کا عرصہ ہوا جب طغیانی آئی تھی تو انکا مکان محفوظ رہا تھا اس خیال سے سلطان تھے کہ یہ طغیانی کیا کر سکتی ہے مگر حال کی طغیانی نے یہ کر دکھایا کہ اون کا مکان یکایک گرا اور جو لوگ اوس میں تھے وہ سب دب کر مر گئے صرف ایک لڑکا بچے ہوئے درخت کے سہارے سے بہت دور جا کر کسی مقام پر زندہ بچا ہوا سنا گیا ہے یعنی موضع اوپل میں جو حیدر آباد سے چھ سات گوس پر ہے ۔

(۱۲) ایک اور محلہ میں یہ ہوا کہ لوگوں کے گھروں کے باہر جو درخت تھے اون پر لوگ چڑھے ہوئے تھے پانی کے زور اور ریلہ نے درختوں کو اکھاڑ کر اور آدمیوں کو بہا کر غرق آب کر دیا صرف تین عورتیں ہی تھیں جو مختلف درختوں پر تھیں اور یہ وہ درخت تھے جو پانی کے جھکڑوں سے بچ رہے تھے ان میں سے ایک عورت نے دیکھا کہ ایک سناپ بہتا ہوا آ رہا ہے اور وہ اسی درخت کے نیچے پہنچ کر درخت پر چڑھنے لگا اور چڑھ کر ایک شاخ پر پہنچ کر لیٹ گیا جو اوس عورت کے سر پر تھی اب وہ عورت نیچے دیکھتی ہے تو پانی ہی پانی نظر آتا ہے اوپر دیکھتی ہے تو مار سیاہ پلٹا ہوا ہے اب کرے تو کیا کرے اسی عجوری کے عالم میں پریشان تھی کہ اس عرصہ میں سیلاب رفع ہو گیا اور وہ بچ گئی ۔

(۱۳) یوسف بازار میں ایک صاحب تھے جو کمرہ میں رہا کرتے تھے طغیانی کے روز اون کے کمرہ میں پانی آ گیا اور جو تخت وہاں تھا وہ بھی ڈوب گیا اب اونہوں نے تخت پر کر سی بچھائی اور کر سی پر جا کر کھڑے ہوئے کہ ڈوبنے سے محفوظ رہیں کر سی بھی ڈوبی اور پانی یہاں تک چڑھا کہ ان صاحب کی کمر تک پہنچ گیا اتفاق سے اونہوں نے دیکھا کہ ایک شہتیر بہتی ہوئی آ رہی ہے اونہوں نے اوس کو پکڑنا چاہا اور اس

خیال سے کہ اسکے سہارے سے کنارہ پر پہنچ جاؤں اور یہہہ قصہ کر کے جیسے ہی اوس
کرسی پر فوراً ابھرے کہ کرسی اور تخت جو اون کے وزن کی وجہ سے دبا ہوا تھا وہ
بھی پانی کے ریلے سے اچھلا اس حالت میں شہسیر توان کو ملا نہیں یہ گر کر غوطہ کھا گئے اور
غوطہ کھا کر ادبہرے تو پہر شہسیر ان کے ہاتھ میں آگیا اور اُس کے سہارے سے ایک
دوسرے کمرہ کے قریب پہنچ گئے اور اوس کمرہ میں جو لوہے کے سینچے لگے ہوئے
تھے اون کو پکڑ کر اوس میں لٹک رہے اور اس طرح پینچ گئے۔

(۱۴) ایک ٹرکابیئل سے زندہ نکلا جسہر طغیانی کا کچھ بھی اثر نہ تھا وہ یہہہ کر
خدا کی قدرت سے نل میں پہنچ گیا اور جبکہ اوس کی قضا نہ تھی نل میں زندہ بیٹھا رہا
(۱۵) المیہیڑون کے الادوہ کے عقب میں ایک صاحب کا مکان تھا جسکی
چھت پر بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے تھے طغیانی سے چھت کا وہ حصہ گر گیا۔
جس طرف آدمی نہ تھے اور وہ حصہ بچ گیا جس پر آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔

(۱۶) ایک صاحب کا اور ذکر ہے کہ جو تیز گرجے تھے وہ مہر اپنے قریب زندہ
ہے اور ہون نے اپنے لڑکے کو پیٹھ پر لاد لیا اور تیر نہ لگے اور یہ قصہ کیا کہ کنارہ
پر کسی طرح سے مہر اپنے لڑکے کے نکل جا دیں مگر کنارہ دور تھا اور یہ تیرتے تیرتے
تھک گئے تھے اب ان کا یہ خیال ہوا کہ اگر اس لڑکے کا وزن میری پیٹھ پر نہ ہوتا تو
میں کنارے پر پہنچ جاتا اور یہ خیال کر کے اپنی جان کے مقابلہ میں محبت پدری کو جو
دیدیا اور اس امر کی کوشش کرنے لگے کہ لڑکے کو پانی میں چھوڑ کر کنارہ جا لگوں
لیکن لڑکا ان سے اور بھی زیادہ چپٹے لگا اب باپ نے لڑکے کے ہاتھوں میں کھانا
شروع کیا تاکہ یہ میری گردن سے ہاتھ نکال لے اور لڑکے نے باپ کی گردن دانستہ

کونٹا شہر کی کہ اس عرصہ میں پانی کے ایک تہپہ نے لڑکے کو اپنے باپ سے اور باپ کو اپنے لڑکے سے جدا کر دیا اور پانی کے دوسرے ریلہ نے ان دونوں کو کنارہ پر پہنچا دیا اور وہ اس طرح بچ گئے۔

(۱۷) سنا جاتا ہے کہ کنڈاریڈی ایک صاحب ہیں جو ملک پٹیہ میں رہتے ہیں اور ان کے ایک مختار صاحب تھے جو چادر گھاٹ میں رہتے تھے کنڈاریڈی نے مختار کو کسی تصور پر موقوف کر دیا تھا ان کے کاغذات اور اسناد جاگیر وغیرہ مختار سے دبا رکھے جس پر وزیرہ طغیانی آئی اور مختار کا مکان گرا اور بہا تو اس میں ایک سبکا بھی پہا جو کنڈاریڈی صاحب کے چوتھے کے کنارے جا لگا۔ انہوں نے جو اس کے نکال کر دیکھا تو اپنے سب کاغذات و اسناد وغیرہ اس میں پائے۔ یہ واقعہ بھی عبرت خیز ہے۔

(۱۸) مولوی صنفۃ اللہ صاحب سررشتہ درحکمہ صفائی کا بھی عجیب واقعہ ہے ان کے متعلقین چودہ آدمی مہ اہل و عیال تھے اور مولوی صاحب پندرہویں تھے یہ سب پندرہ آدمی سیلاب میں رہے۔ صنفۃ اللہ صاحب ایک درخت پر چڑھ گئے وہ درخت بھی بہا اور بہہ کر ایک دروازہ کے قریب جا کر رک گیا یہ دروازہ پکڑ کر بچ رہے اور باقی چودہ آدمی جن میں ان کی خوشدامن اور بیوی اور سالیان اور بیٹے وغیرہ تھے سب کے سب نذر سیلاب ہو گئے۔ مولوی سید کاظم حسین صاحب شیفتہ

کنٹوری نے جو واقعات طغیانی کے نظم کئے ہیں وہ حقیقت میں قابل داد اور لائق صوابینا اور آپ کی شاعرانہ قابلیت قابل تعریف ہے اس نظم میں صنفۃ اللہ صاحب کے کنبہ کے غرق ہوجانے کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں ان کو پڑھ کر انہیں اس اور رنج و

طال سے ساتھ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس ملیانی میں ایسے ایسے درد انگیز اور رقت خیز اور حسرت افزا واقعات بھی گزرے ہیں اس واقعہ کے متعلق چند اشارہ فی بین درج ہوتے ہیں۔

صبغتہ اللہ کا صفائی کے جوین مشرتہ دار
سیل کی جگہ بنیں اس بازار کا بھی ہے شمار
پانی آیا گھر سے باہر ماند بکرا اپنا حصار
زور سے پانی کے ٹیٹھین دفعتاً سقف و جدار
دھروانکے گئے سب جانب دار القرار
مرگئے سب یہ رہی زندہ بحال احتصار
ہرچ ہے یہ انسان کو مرنے میں نہیں ہر اختیار
اور وہ بھی روبرو آنکھوں کی ای پرو دگار
رات دن کرتے ہیں جو میک اجل کا انتظار

کچھ عجیب رنج و غم و حسرت افزا ماجرا
اونٹا تھا بازار میں گھانسی میان کو اک مکان
فکر تھی ہمراہ لیکر ٹھیلن اپنے سب عزیز
بندرست ہو گیا پھر یہ نکلتے کس طرح
بہہ گئے اسوج کے ساتھ اونکی خود بہ عزیز
ساس میوی سالیان بیٹھے اور کچھ بیٹیاں
بچکے یہ کیوں نہ کہے موت ہی انکی نہ تھی
جنگا کنبہ یوں فنا ہوا سکے دل کو پوچھے
پندرہ میں ایک زندہ صبغتہ اللہ رہ گئے

(۱۹) ایک دوہن کا بھی عجیب واقعہ ہے وہ شاید ایک رات کی بیاہی تھی کہ
اوسکے گہرین پانی آگیا اور سب لوگ بہہ گئے۔ دوہن بھی جس پلنگ پر لیٹی تھی وہ
پلنگ ہی ٹکڑیاں تک کہ دوہن خوف سے مزبھی گئی اسی طرح سے لاش پلنگ پر
لیٹی ہوئی بہتی دیکھی گئی اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ جس شال کو وہ اوڑھے ہوئے تھے وہ پانی
سے بہی گئی بھی نہ تھی۔

(۲۰) ایک ڈاک خانہ کا ہرکارہ بھی معہ اپنے تیلے کے بہا تھا اور سیلاب نے
اوسکو فاصلہ پر لیا مگر ایک ٹیلہ پر پہنچا دیا جس طرح پہنچا ہوا اور وہ اوس ٹیلہ پر پہنچ کر

رنگ کیا اور پانی کا اوتار شروع ہو گیا اور وہ اس طرح زندہ رہا۔

(۲۱) یہ بھی بیان ہے کہ ایک مکان میں ایک کمرہ میں کئی آدمی پناہ لئے ہوئے تھے کہ اوس کمرہ سے طعن جو عمارت تھی وہ سب بہہ گئی مگر جس کمرہ کے دروازہ پر یا حقیقت لکھا ہوا تھا اور جس میں سب آدمی بیٹھے ہوئے تھے وہ باقی رہ گیا اور لوگ محفوظ رہے۔

حضرت امجدی رحمہ اللہ

(۲۲) ایک اور صاحب امجد نامی ہیں کہ جن کے مکان میں نو آدمی معہ اونکی بیوی اور لڑکیاں وغیرہ تھیں ان سب کو سیلاب بہا لیک گیا اور امجد صاحب بہر کنارہ پر پہنچے ان کو عورتوں نے نکال لیا اور ان کے جا بجا چوٹ بھی آگئی تھی۔ اور ان کے آٹھ آدمی نذر سیلاب ہوئے ہیں۔

(۲۳) یہ واقعہ بھی عجیب و غریب ہے کہ ایک صاحب ایک درخت پر چڑھ گئے اور جب درخت جڑ سے اکھڑ کر بہا تو اونہوں نے یہ کیا کہ اپنے کو دوپٹے سے درخت میں باندھ دیا کہ درخت سے چھوٹ کر پانی کے بہاؤ میں بغیر کسی سہارے کے نہ آجائیں۔ خدا بچا نیوالا تھا کہ یہ اس طرح درخت سے بندہ ہوئے ملک پٹیہ میں پہنچ کر زندہ نکلے۔

(۲۴) ایک لڑکا شہتیر پکڑے ہوئے بہا اور ملک پٹیہ میں جا کر زندہ نکلا وہ خود اپنا حال بیان کرتا تھا اور سننے والے اس کو کچھ دیتے بھی تھے۔ اس طرح پر ایک اور لڑکے کا واقعہ ہے کہ وہ ملک پٹیہ سے اولٹا بہتا ہوا معلوم نہیں کس جانب سے افضل گنج کے پل کے اوس جانب اندرون بلدہ میں زندہ ملا۔

(۲۵) عثمان شاہی کا واقعہ ہے کہ مدرسہ کا ایک طالب علم اور اسکے استاد

صاحب درخت پر چڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے دیکھا کہ پانی پر ایک جانب دو لڑائی شکل کے بزرگوار کھڑے ہیں اور ان کے سامنے دو کاٹے کانے آدھی کھڑے تھے جن سے وہ کہہ رہے تھے کہ ان کانے آدھیوں کو ڈبو دینا چاہیے۔ پس جب وہ ڈوب گئے تو پانی کا اتنا شور و خج ہوا وہ شاگرد اور استاد بھی جو درخت پر چڑھے ہوئے تھے محوِ ذکر رہے۔

(۲۶) گھانسی میان کے بازار میں وہ مکان جو قیون کے پاس لبِ شرک ہوا وہاں سیلاب کے خوف سے قریب سو آدمی کے چڑھ گئے اور تمام رات بیٹھے رہے صبح پانچ بجے مکان کی دیواریں گرنا شروع ہوئیں اور پانی چہت کے برابر پہنچ گیا چیرہ وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اب قدرت خدا سے ایک میٹر بھی بہکروا نہ سچے امیر خان نامی ایک شخص نے اوس میٹر کی کوپڑ لیا اور چہت پر گسیٹ کر اوسکو نیم کے درخت میں لگایا اور اوسکے ذریعہ سے درخت پر چڑھ گیا اور اسی ذریعہ سے شیخ احمد حبیب اللہ بھی درخت پر چڑھ گیا کہ دفعتاً وہ چہت بیٹھ گئی اور سب آدمی نذر سیلاب ہو گئے اور یہ دونوں آدمی جو درخت پر چڑھ گئے تھے اور ایک منشی صاحب جو قبل سے درخت پر بیٹھ تھے بچ گئے۔

(۲۷) یہ بھی عجیب و غریب واقعہ ہے کہ ایک عورت جب ہتھی ہوئی جا رہی تھی تو اوسکو معلوم ہوا کہ اوسکو کسی نے کنٹوپ آکھنوں پر پہنا دیا یہ اوس نے ایک آواز سنی اور یہ آواز کئی مرتبہ اوس نے سنی کہ اسکو ڈبو دو اور اسکو نچا لو اس کے بعد عورت کنارہ پر آگئی اور اوس نے یہی بیان کیا جو لکھا گیا۔

(۲۸) افضل گنج میں یہ واقعہ ہوا کہ مولوی سید حیات الحسن صاحب معتمدِ مینشی صاحب عدالت جب اس طیفانی میں مولوی سید ناظم علی صاحب مددگار محکمہ صفائی کے مکان تک پہنچے تو وہاں بھی پانی آگیا اب وہ اور سید ناظم علی صاحب اور مولوی اصغر علی صاحب

سکندیا سٹریٹ اسکول ایک فٹن پر جا کر کھڑے ہو گئے اور رسولی غلام محی الدین صاحب
 وکیل ایک دیوار پر چڑھ گئے اور اوس دیوار پر سے ایک درخت کی پتلی شاخ کو پکڑ کر
 درخت پر چڑھ گئے اور ان کا درخت پر چڑھنا تھا کہ دیوار گر پڑی اور یہ تینوں حضرات
 جو فٹن پر کھڑے تھے ان کے گلے گلے تک پانی پہنچ گیا ان حضرات کی مایوسی بڑھتی جاتی
 تھی کہ خدا کی قدرت سے دفعتاً پانی کا اوتار شروع ہوا اور یہ سب حضرات اس طرح سے
 محفوظ رہے۔

(۲۹) یہ عجائب اور غرائب امور حیدرآباد کی طغیانی
 کے حادثے میں پیش نہیں آئے بلکہ اُلی میں جو اس

اُلی میں قیامت خیز زلزلوں
 سے جانوں کا بچنا۔

کے تین تین سو اٹھ بیس کے بعد زلزلہ آیا اور طغیانی آئی اور آتش زنی ہوئی اوس میں بھی
 بہت سے آدمی جھگے میں جن کی نسبت باوجود اسکے کہ یورپ میں فلسفہ اور سائنس زور و
 پر ہے تاہم وہاں کے لوگوں کو بھی قائل ہونا پڑا ہے جیسا کہ اوہوں نے لکھا ہے کہ بعض
 لوگوں کا کچ جانا عجاظ خیال کیا جاتا ہے۔ ایک سپاہی سو رہا تھا مکان کی تیسری منزل پر
 کہ ایک زلزلہ آگیا اور وہ منزلہ مکان سے سپاہی گر پڑا اگر اوسکو ذرا بھی چوٹ نہیں آئی
 اور وہ محفوظ رہا۔ دوسرا واقعہ ہے کہ ایک اور سپاہی اپنے پلنگ سے دریا میں بہ گیا
 اوسکو ماہی گیر بھی کی ایک کشتی نے نکالا اور ساحل پر پہنچا دیا۔ اسی طرح ایک تین برس کا لڑکا
 جو ہزار ہا من نیلہ میں دبا ہوا پڑا تھا وہ کئی دن کے بعد کہنڈرون سے زندہ نکلا۔ اسی طرح
 کہنڈرون سے صد ہا اور ہزار ہا آدمی زندہ نکل رہے ہیں جو مکانات کے نیچے چھپ گئے
 مگر جن کی موت تھی وہ مر گئے اور بہت سے اون میں سے ایسے ہیں جو زندہ بچ گئے ہیں۔

باب

شعر کی یادگار طین

رود موسیٰ کی عظیم الشان طیفانی کے متعلق شعراء حیدر آباد نے طبع آزمائی کی ہے اور ہمیشہ سے جب ایسے بڑے بڑے حادثات وقوع پذیر ہو یا میں جو بین تو شعاعوں نے بھی حصہ لیا ہو۔ منجملہ شعراء حیدر آباد کے مولوی حکیم سید بادشاہ علی صاحب متخلص برصغیر میں آپ کی علمی یاق اور قابلیت مسلم ہے اور نظم و نثر میں بھی آپ کو دستگاہ ہو۔ طیفانی کی نسبت جو اشعار آپ نے نظم کئے ہیں وہ قابلِ داد ہیں۔

مولوی سید امیر حسن صاحب وکیل درجہ اول جنہوں نے مولوی نذیر احمد صاحب کی توبۃ النصوح کو مثنوی کی بحر میں نظم کیا ہے اس نظم میں خیالی اور فرضی واقعات نہیں ہیں بلکہ وہ واقعات تعلیمی ہیں کہ جن کو نظم کے پیرایہ میں ادا کرنا دشوار تھا مگر سید امیر حسن صاحب نے اس خوبی اور خوش اسلوبی سے ان تمام واقعات کو نظم فرما دیا ہے کہ جسے دیکھنے سے سناؤم ہو سکتا ہے کہ آپ کو شاعری میں کیسی اعلیٰ دستگاہ ہے۔ اور طیفانی کے حالات جو نظم کئے ہیں وہ بھی بہت خوب ہیں اور آپ کی شاعرانہ قابلیت کو کتاب ہذا کی تقریباً ہی سے ظاہر ہے۔ جبکہ اس کتاب کے عنوان میں درج کیا گیا ہے۔

علی ہذا مولوی حفص علی صاحب بی۔ اسے کی نظم مطبوعہ قابلِ تعریف ہے جبکہ آپ نے باغ عامہ کے جلسہ میں پڑھا تھا اور جسکو سن کر سامعین داد دے رہے تھے۔

مولوی سید علی رضا صاحب ماہر گفتوری نے طیفانی کے حالات اور واقعات کو نہایت

عمر کی سے نظم کیا ہے جس کا ایک حصہ اور ہاں ہارین چھپ کر شائع ہو گیا ہے اور باقی اشعار ابھی طبع نہیں ہوئے ہیں۔ مگر دن کو جن لوگوں نے پڑھا ہے وہ حش و حش کر گئے ہیں اور انی واقعات کو خوب ہی نظم کیا ہے۔

مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی جوہلی اور فارسی خوب جانتے ہیں اور اردو میں شاعروں میں استاد مانتے جاتے ہیں اور آپ کی استاد کی مسلم ہے اور ہونے بھی طبعی کے حادثہ کو مرگ انہو کے عنوان سے نظم کیا ہے وہ نظم اپنی آپ ہی نظیر ہے یہ نظم بھی چھپ کر شائع ہو گئی ہے۔

مولوی سید کاظم حسین صاحب شیفتہ جنکا ذکر پہلے آچکا ہے اور ہونے کے واقعات نظم کر دئے ہیں اور اپنی نظم کا نام طوفان ہولناک رکھا ہے۔ ایک نظم مصنفہ اعجاز علی صاحب شہرت موسوم بہ شہر آشوب اور ایک سدس مرزا محمد بہادر صاحب تخلص بہ یاد وکیل درجہ اول کی تصنیف سے اور ایک نظم فارسی طبرزد قاضی بشیر الدین احمد صاحب حیدر آبادی صاحب تخلص اور بھی نظر سے گزریں یہ جدا جدا طبع ہو چکی ہیں اور بہت خوب ہیں۔

سید محمد عسکری صاحب عدیل تخلص جنکی تقریظ نظم میں درج ہو چکی ہے ایک نہایت روشن خیال شاعر ہیں اور واقعات تاریخی کا فوٹو اپنی نظم میں کیمنڈیتے ہیں اور حقیقت میں جو کچھ کہتے ہیں خوب کہتے ہیں۔ آپ نے بھی طبعانی کے واقعات خوب ہی نظم کئے ہیں آپ سید محمد کاظم صاحب حبیب مرحوم کے جو استاد مسلم الثبوت تھے اور جن کے کلام کا بیشتر حصہ طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے بھائی ہیں اور آپ اولاد میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ہیں اور آپ کے خاندان کا حال تفصیل کے ساتھ ملفوظ سید حامد صاحب بخاری اور تاریخ آئینہ او وہ بھی طبع ہوئے اور حبیب مرحوم کے خلف الرشید مولوی سید محمد فاضل صاحب نظم اور شاعر اور اردو فارسی

میں اپنے باپ اور چچا کے لائق قائم مقام اور یادگار ہیں جن کی کتاب ارمان فرنگ وغیرہ
چھپ کر شائع ہوئی ہے۔

باب پانزدہم لوگوں کی جانوں کو بچالینا

درحقیقت رود موسیٰ کی طیفانی اور سیلاب کے موقع پر جن لوگوں نے اپنی جانوں کا
خوف نہ کر کے دوسروں کی جانوں کو یعنی بہتے ہوئے آدمیوں کو کمال رحمہاں اور ہمدردی سے
نکالا اور ان کے کارنامہ اس قابل ہیں کہ تاریخوں میں لکھدئے جائیں تاکہ ہمیشہ کے واسطے
یادگار رہیں۔ رود موسیٰ کے سیلاب کے وقت جن حضرات سے ایسی نمایاں اور ممتاز خدمات
ظہور میں آئیں وہ خدمات قابل تعریف ہیں اور ایسی ہیں کہ حضور ربندگان عالی نے حسب ذیل
فرمان واجب الاذعان میں اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور گورنمنٹ کی طرف سے اون کا
شکریہ ادا فرمایا چنانچہ فرمان اقدس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جو میگاہ خداوندی سر
۲ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ کو نافذ ہوا تھا۔

فرمان واجب الاذعان	رود موسیٰ کی طیفانی کے وقت میں جن صاحبوں نے
حضور ربندگان عالی	اپنی جان کی پروا نہ کر کے خلافت کی جانیں بچانے کی

کوشش کی اور ان کی کارگزاری کی رپورٹیں آپ کی (علیہ السلام) پیشت معروضہ ۲۶ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ
کے ساتھ ملاحظہ کی گئیں۔ اوہنوں نے انسانی ہمدردی جو کی ہے اس کی میں بہت
قدر کرتا ہوں اور ان کو میری خوشنودی کی اطلاع دے کر آپ میری گورنمنٹ کی طرف سے
اور ان کا شکریہ ادا کرنا۔ یہ رپورٹیں ریڈیٹ ٹرٹ صاحب کے پاس اور ان کے حسب الطلب

یہ بھی جاسکتی ہیں۔

حب فرمان واجب الاذعان خداوندی، نذر یہ ذیل صاحبون کی انسانی ہمدردی کی نسبت بندگان حضرت کی اظہارِ قدر و اتی و خوشنودی اور رتنِ راقدس کی گورنمنٹ کی بجانب سے و فقرِ بڑے اون کا شکر یہ ادا کیا گیا ہے۔

(۱) کرنل نواب امیر السلک بہادر کے بی۔ آئی۔ ای۔ ایم۔ وری۔ او۔ اے۔
ڈی۔ ی۔ بندگان حضرت

(۲) نواب ناصر نواز اللہ ایہ یار۔ اے۔ ڈی۔ بی۔ بندگان حضرت

(۳) نواب انتمی نواز جنگ بہادر۔ اے۔ ڈی۔ بی۔ بندگان حضرت

(۴) منوئی محمد نواز علی غلام حسین سواراج معتمد قیامت رامہ و نہ تھا۔

(۵) نواب سلطان یاوری جنگ بہادر کووال اندرون و بیرون البدہ

(۶) مشطری۔ اے۔ سیشن پرنسپل نظام کالج۔

(۷) مشٹر ڈلیو۔ جے پرنڈرگاسٹ فرسٹ اسسٹنٹ ماسٹر بہ رسد عالیہ و ہوز ماسٹر
بورڈنگ ہوز نظام کالج۔

(۸) مشرجی۔ ایم۔ وارنر ہیم صفائی چادر گھاٹ۔

(۹) لفٹنٹ کچ۔ بیلی علاقہ توپخانہ فوج باقاعدہ سرکار عالی۔

(۱۰) سب لفٹنٹ وی۔ بیلی علاقہ تھروڈ لائنز فوج باقاعدہ سرکار عالی۔

(۱۱) ساجنٹ یحیر جے ڈفیلڈ علاقہ توپخانہ فوج باقاعدہ سرکار عالی۔

(۱۲) لفٹنٹ جے گارڈنر وٹرنری سرجن فوج باقاعدہ سرکار عالی

(۱۳) لفٹنٹ قادر بیگ فرسٹ لائنز حیدر آباد امیل سرویس ٹروپس۔

(۱۴) مسٹر وسوندا سنگھ برادر پریم سنگھ صاحب -

(۱۵) حاجی نصیر الدین احمد صاحب اہلکار و قمر پولیس کل و پرائیویٹ سکرٹری -

باب از دہم

اضلاع میں طغیانی کا خراب اثر

بعد ختم تاریخی حالات بلوچہ حیدر آباد باب ند بطور ضمیمہ شریک کیا گیا ہے اسوجہ کہ موسی ندی کی طغیانی نے جو اثر بلوچہ اور بیرون بلوچہ میں کیا وہ یہیں تک محدود نہ تھا کہ ہم اپنی تاریخ کو ختم کر دیتے بلکہ اضلاع پر جو اثر اس کا اور نیز اور ندیوں اور تالابوں کی طغیانی سے ہوا اس سے اضلاع کو بھی نقصان عظیم پہنچا ہے جسکی تفصیل اور تشریح کا ثبوت سرکاری رپورٹ سے بڑ بکراؤ کوئی نہیں ہو سکتا مگر قبل اسکے کہ تفصیل اور توضیح کی جائے بیٹر میں جو ندی بہنسر نامی جاری ہے وہ بھی آبادی کی تفصیل کے نیچے ہو کر مشرقی جانب جاتی ہے اور بیرون ندی کی آبادی ایسی ہی ہے جیسی کہ بیگم بازار کی آبادی موسی ندی کے کنارہ ہے بہنسر میں ۱۲۵۱ء مطابق ۱۸۳۵ء میں طغیانی آگئی تھی اس زور شور سے کہ مشرقی جانب جو فیصل ہے اس کے دروازہ ڈھونڈ پا پورہ سے دروازہ کاغذی دائرہ مع دروازہ کوتوالی و محلہ آہنگران اور نیز کئی فقیران میں پانی ہی پانی تھا اس سے یہ سب محلہ برباد ہو گئے تھے کہ چکانام و نشان بھی باقی نہ رہا تھا وہاں کے لوگ کہتے تھے کہ جب اس مقام کی آبادی ہوئی ہے ایسی طغیانی نہ کہی دیکھنے میں آئی نہ سننے میں کہ ہر گھر میں ندی کا پانی آگیا ہو۔ مورخ تاریخ گلزار آصفیہ لکھتے ہیں کہ میں اس وقت موجود تھا جب ماہ رمضان المبارک سنہ مذکور حسب الحکم سرکار

امیر نواز الملک بہا در سنے فصیل تیار کرادی تھی جو قریب الختم کے ہو گئی تھی یہ بیان تو صاحب کلزار اصفیہ کا ہے اور تاریخ پیرمین لکھا ہوا ہے کہ اس طیفانی سے حسب قیل و غارلہ قدیم اور آثارات متبرکہ کو بہت بڑا حصہ پہنچا تھا۔

(۱) حضرت شاہ شمس الدین قدس سرہ کے روضہ منورہ کا برج اور تمام سنگین منار۔
 ٹوٹ گیا۔ (۲) کو تو زلی دروازہ کا سا گوانی کو اڑ ٹوٹ کر موقوف مکرہ قلعہ منجلیگا وں تک پہنچا
 ہوا چلا گیا تھا۔ (۳) کو تو الی چاوڑی کے پایہ اوکھڑ گئے تھے۔ اور وہاں تین چار تاڑ
 برا بر عمیق غار ہو گیا تھا۔ (۴) حضرت معصوم شاہ قیسی القادری کے روضہ منورہ کا گنبد
 نقارخانہ اور مسجد جو نہایت مضبوط اور سنگین بنی ہوئی تھی پایہ سے اوکھڑ گئی اور سکا پتہ اور
 نشان تک باقی نہ رہا اور درخت سپری اور بڑ (برگد) اور نیب جو نہایت پائدار تھے جڑ سے
 اوکھڑ گئے اور بہہ گئے صرف باولی بظاہر رہ گئی تھی۔ (۵) شاہ منورہ قادری کے روضہ منورہ
 کے مینار اور شاہ مہین اور شاہ بجن قدس سرہما کے قبور کے قدیم توہن تباہ ہو گئے۔ (۶)
 حضرت شیخ ابراہیم اور پادشاہ صاحب اور حجرہ حضرت محبوب سبحانی و سید رنہی الدین کی اور
 برہان الدین مجذوب اور اسد اللہ سہاگی کے روضہ ہائے منورہ طیفانی کے تلاطم سین بالکل
 ڈوب گئے۔ (۷) سلطان باغ کا مشرقی چوترہ اور چادر گھاٹ کا بہت بڑا حصہ منہدم ہو گیا
 یہ طیفانی بروز یکشنبہ ۱۲ جمادی الاول سنہ مذکورین آئی تھی۔

پہر ۱۱۹۵ھ میں جو طیفانی آئی اسکی کیفیت مورخ موصوف نے بچشم دید لکھی ہے
 جو اسطرچ ہے۔

۶ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ کی رات کے آٹھ بجے کے قریب مغرب و عشا کے اختتام پر
 طیفانی بڑے زور شور سے شروع ہوئی پہلے ٹوکنارون کے نیچے نیچے پانی تھا۔ اب

تماشائی گھر بھی پہنچتے نہ پائے تھے کہ بکنارے لیر نہ ہو گئے۔ چنانہ کی جانب جن لوگوں کی نظر تھی وہ چہانہ کا پتہ نہ ہوندا رہے تھے کہ قنبدیلین کی رہنمائی سے اون کو دکھایا کہ ایک ماہم چہانہ باقی رہے۔ سرخسوں کی رہنمائی سے اب بھی ثابت ہو گیا۔ راج گلی میں کھڑکی سے آیا ہوا پانی بالسنوں بلند تھا۔ اب لوگ چوہاگ رہے تھے، وہ ہوں تھے ہوشیار ہو کر یہ کام کیا کہ جلدی سے اپنا سامان لیا اور مکانوں سے نکل پڑے۔ جس مقام میں امنی سبھاہان جا کر ٹھہر گئے۔ خام مکانوں کی بڑی گت ہوئی کہ وہ سب گر پڑے اور وہاں کچڑی کچڑ تھا۔ دہلی دروازہ پر اس بلا کی حالت تھی کہ ایک جانب سے ندی کا پانی بڑھتا ہوا بارہ دری سے آگے بڑھ گیا اور دوسری جانب سے بشیر گنج اور معادن ٹالون اور نالیون سے من کر دو دریاؤں سے سنگم کی طرح باہم بھگیں ہو رہا تھا۔ بنجار گلی میں بھی کمر کمر پانی تھا خاص باغ کے قریب کا طویلہ بہہ گیا اس محلہ کے لوگ خوف جان سے قلعہ میں آکر بھر گئے۔ مولس پورہ میں یہ پانی بڑے زور و ن پر تھا جہاں تک کہ قریب ندی کے مکانات تھے سب ڈوب کر رہ گئے اور دوسری جانب پیٹھ میں تو پانی سیدھا دروازہ سے گزر کر محبوب گنج تک پہنچ گیا۔ تمام گھر و چوہوں کے صاف ہو گئے برائے نام مٹی کے ڈبیر نظر آتے تھے۔ چونکہ سطح مشرقی پیٹھ کسی قدر بلند ہے لوگ اوہر بھاگ گئے اور جانیں محفوظ رہیں مگر مالی نقصان بہت ہوا۔ بارہ بجے قریب پانی کا اوتار شروع ہو گیا اور لوگ اپنے اپنے او جڑے گھر و کنو واپس آئے اور جن کے مکان باقی رہ گئے تھے وہ آدھی رات کو آکر سو گئے۔ معمر اشخاص اس طغیانی کو ۲۵ سالہ کی طغیانی سے زیادہ زور شور کی طغیانی کہتے ہیں۔ اسکے بعد ہوا کا طوفان آیا کہ ڈھائی ہزار درختوں کے قریب سبر بسجود ہو گئے۔

روہ ہمنسرا پر ایک تاریخی پیمانہ | طغیانوں کی وجہ سے قدیم زمانہ میں سلطان محمد

تعلق بادشاہ نے جو بڑا عالم اور ریاضی دان تھا جب قلعہ بیڑ بنوایا تو اس پیمانہ کو بھی بنوایا تھا اور سیکڑہ مطابق اس کے اربعین سلطان محمد تعلق درنگل سے پیار ہو کر قصبہ بیڑ میں آیا تھا اس پیمانہ کا ذکر تاریخ بیڑ میں اس طرح ہے -

بیڑ پیمانہ ہندسہ اند کی کئی اندر چھٹی کھڑا کے قریب ڈھونڈا پورہ کہہ دروازہ کے محاذی واقع ہے عقی اسکا آہڑ ڈھک اور عرض مدور بائیں وینچ گچ اور پتھر سے بنا ہوا ہے اس کی قدامت قلعہ بیڑ کی تعمیر کے وقت کی پائی جاتی ہے ریاضی کے جانتہ واسطے دانشمندان نے اس ندی کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف ہو کر باشندگان قلعہ بیڑ کی نجات کا ایک مستقیم راہ بنادیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس ندی کی طغیانی اوپر سے گزر جانے تو شہر پناہ کے اندر پانی کی آمد اور مکانات کا تہدام مال و اسباب کا تلف اور بہت سے باشندہ غرق آب ہو جائیں گے ہر سال موسم فنیانی میں باشندگان قصبہ اور پٹیہ کی عام انجمن اس پیمانہ پر لگی رہتی ہیں اور وہ طغیانی کے اوتار اور چڑھا و کا موازنہ اس پیمانہ کے لحاظ سے اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ ریاضی دان عالموں نے اس پیمانہ کو کچھ ایسے اصول ہندسہ سے تعمیر کیا ہے جس سے ہر نشیب و فراز کو پیمانہ کے ساتھ یکساں نسبت ہے اور جب طغیانی اپنی آنے والی موجوں کے ساتھ ترقی کرتی ہوئی پیمانہ کے اوپر کے کنارہ تک پہنچتی ہو اور شہر کے اندر پانی پہنچتا ہوا نظر آتا ہے پیمانے ڈوب جاتے ہیں تمام شہر میں شور و غل اور لوگوں کے ولوں میں ہسبت چھا جاتی ہو بظاہر دیکھنے کے لئے یہ پیمانہ نظرمیں نہیں جہتا اور اس سے یہ تھاس نہیں ہو سکتا کہ اس کے اوپر پانی جاے تو شہر تباہ ہو جائیگا مگر اس کے بنانیوں نے تمام ندی کا موازنہ کر کے ایک ایسے مقام پر بنایا ہے جس کا انتخاب کرنا انہیں کے لئے سزاوار تھا بارگاہ دیکھ گیا کہ بڑی بڑی طغیانی آئیں مگر اس پیمانہ کے دامن سے ہٹ کر

نکل گئیں بہر حال اس پیمانہ کے بنانوالے علیہ ریاضی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔

ریاضی پیمانہ جدید۔ آباد میں اس پیمانہ کا حال بنے اسیدوہ سے لکھا ہو کہ اس کو پھر اعلیٰ افسران گورنمنٹ نظام اگر اسیدوہ کے پیمانہ پر دوسری پیمائیاں چاہئے

دو تین بہت بلند موسمی ندی میں بنوا دیں تو ان کو دیکھ کر لوگ طغیانوں سے اپنی جانوں کو محفوظ رکھ سکتے ہیں جیسا کہ بیڑ میں ہوا کرتا ہے کہ جب کبھی دمان طغیانی آئی تو گون نے اس پیمانہ کو دیکھ کر اپنے مال اور جان کو بچا لیا صرف مکانوں اور عمارتوں کو نقصان پہنچا جو ندی مانجرا اور اندرون میں بھی طغیانی آئی جن کی سیلابی حالت سے بہت نقصان پہنچا ہو حال ذیل میں خلاصہ کے طور پر برائے سرکاری رپورٹ درج ہوتا ہے۔

اضلاع میں طغیانی سے نقصان تعلقہ دیگلوہ میں مانجرا ندی کی طغیانی سے کئی موضع

غرق آب ہوئے اور بہہ گئے موضع تملور میں صرف بارہ مکانات باقی رہے اور باقی زمین دوز ہو گئے رعایا کا تمام غلبہ برباد ہو گیا اور چارہ بھی خراب ہوا اور تمام مویشی بہہ گئے جن کا پتہ نہیں ہے مگر انسانوں کی جان سوائے دو کے محفوظ رہیں تھینہ انٹی ہزار روپیہ کے نقصان کا کیا گیا ہے اور موضع میدرگور میں مانجرا کی طغیانی سے پانی آبادی تک پہنچ گیا جسکے باعث چوبیس مکان منہدم ہو گئے اور مالکان مکان بالکل محتاج ہو گئے علیٰ ہذا موضع ساگونوی میں بھی پانی پہنچا جس سے پانچ مکانات بج گئے جو بلند پر تھے باقی سب منہدم ہو گئے اور موضع میدنی پر گہرا لٹل ویران ہو گیا۔ باوجود اسکے کہ موضع دولگی مانجرا ندی سے دو کوس کے فاصلہ پر تھا اسپر بھی دمان پانی پہنچا اور دس بارہ مکانات گر گئے۔ ندی کی طغیانی سے کل مواضع کے کہیتوں میں پانی کے پہاڑ سے مٹی بہ گئی اور کنکر نکل آئے اور فضل خریف کی تخمیری سالم بہ گئی اور جو باقی رہی وہ سڑ کر تلف ہو گئی مگر فضل رسیع کے

کاموں میں رہا یا مشغول رہی کچھ اور پانی کی پہلو بہت سی ہے۔ آری وہاں کے خراب ہو نیکیا اور شہر کے
تعلقہ بھول کے آٹھ موضع گنگا ندی کے درجہ سے متاثر ہوئے صرف اس شہر کی کیفیت سے
معلوم ہوا کہ تیس مکان غرق اور برباد ہو گئے اور بہت سا مال و اسباب تلف ہو گیا جس کا
تخمینہ دس ہزار کیا گیا۔

صوبہ گلشن آباد میدک۔ ضلع نظام آباد کے تعلقہ دار صاحب گنپت پن گرو نے تین
دن میں بارہ اونچے بارش ہوئی وہاں بھی بہت نقصان پہنچا اور تعلقہ آرمور میں بوجہ اہتمام
مکانات اور تلف مویشی فصل خریف کا اندازہ چوبہ آٹہ کیا گیا اس تعلقہ میں تیس تالاب
شکست ہوئے ہیں۔

تعلقہ بودھن میں سترہ تالاب شکست ہوئے اور موضع بھولہ میں جو جاگیریں موضع
بے چار آدمی اور پالٹو بکرے وغیرہ اور دو سو بیل اور تین سو مکانات بہہ گئے۔
تعلقہ کارٹیدی میں چوبیس مکانات بہہ گئے اور دو چار آدمی ضائع ہوئے اور تعلقہ لاریڈا
میں بوجہ طغیانی رود ماخرا وغیرہ مویشیات (۱) ٹڈی جاگیر نواب سلطان نواز جنگ بہادر
سالم موضع۔ (۲) ترکا پلی سالم موضع۔ (۳) خالصہ نصف موضع وغیرہ اور اٹھاون تالاب
شکست ہوئے۔

ضلع لنگتھہ کے قصبہ لنگتھہ میں ۲۲ آبان ۱۳۸۵ء کے مطابق ۲ ستمبر ۱۹۰۶ء کو صرف
سات گھنٹہ میں بارہ اونچے بائیس حصہ پانی برسا لنگتھہ کے غریب جانب کے دو کٹھ ٹوٹ
گئے سیکڑوں مکانات اور ملکیت بہہ گئے ہزار ہا روپیہ کا سامان اور غلہ برباد ہو گیا
اور دو آدمی دریا برد ہوئے صد ہا آدمی بے سرو سامان ہو گئے ہیں۔

تعلقہ بھونگیر میں ۲۲ آبان کو نو اونچے سات حصہ بارش ہوئی اس تعلقہ میں موسی ندی

پر تیس دیہات واقع ہیں جن میں آدمی اور راضی اور مویشیوں کا اور درختوں کا بہت بڑا نقصان ہوا اور جو مال برآمد ہوا ہے وہ سب بحفاظت تمام رکھ لیا گیا ہے۔ اور مرزا باقر علی خان کی جاگیر کو سخت صدمہ پہنچا اور یہاں بہت سی لاشیں بھی برآمد ہوئیں جسکو اونہوں نے دفن کر دیا علاوہ اسکے اس تعلقہ میں کل چھ نالہ اور پچیس تالاب شکست ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔

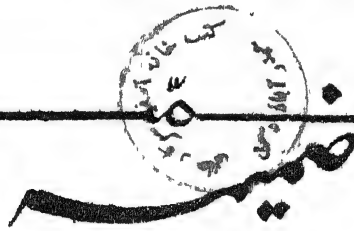
ضلع محبوب نگر میں بوجہ کثرت بارش تالاب ٹوٹ گئے ہیں اور تعلقہ امر آباد میں بوجہ طیانی مقامات کو صدمہ پہنچا ہے اور چونکہ تالاب شکست ہو گئے ہیں۔ ضلع میدک قصبہ پٹن چرو تعلقہ کلنگور میں ۲۱ آبان یعنی ۲۶ ستمبر سے ۲۸ ستمبر ۱۹۰۶ تک چودہ انچہ بارش ہوئی حیدر آباد و ہمناباد کی مٹرک بہہ گئی اور چروانوں کے مکانات منہدم ہو گئے رعایا کا زیادہ نقصان ہوا سرکاری مکانات کو بھی صدمہ پہنچا سرکاری تالاب دس اور جاگیر کے چھ تالاب ٹوٹے اور تالاب پٹن چرو بھی ٹوٹ گیا۔

تعلقہ کلنگور کے شکستہ تالابوں کی تعداد اکٹھہ ہے اور صدمہ مکانات گر گئے ہیں زمین قابل کاشت میں مٹی اور ریت بھر گئی ہے تعلقہ باغات میں فصل استادہ کو نقصان پہنچا ہوا اور بعض مواضع کے تالاب اور کھنڈ شکست ہو گئے ہیں جن کی تعداد دس ظاہر کی گئی ہے۔

تعلقہ اندور میں اکثر سرکاری بنگلہ متاثر ہوئے اور تالاب جو ٹوٹے ہیں ان کی تعداد تیرہ ہے۔ اور تعلقہ میدک میں اڑتالیس تالاب شکست ہوئے ہیں۔

علی نڈا قیاس صوبہ ورنگل ضلع ورنگل میں ایک روز میں یعنی ۱۶ آبان کو بارہ انچہ پندرہ حصہ بارش ہوئی ہنگنڈہ اور بعض دیہات کے بڑے بڑے تالاب شکست ہوئے ہیں۔

ضلع کریم نگر میں ہزار ہا روپیہ کا مال اور مجلس کا نقصان ہوا اور مکانات بہ گئے۔ اسی طرح اور بہت سے مواضع میں کہ اون کو نقصان اور ضرر پہنچا ہے۔ اور کل تالاب جو مالک محروسہ سرکار نظامین ٹوٹے ہیں اون کی تعداد آٹھ سو اٹھانوے بیان کی جاتی ہے۔ یہ رپورٹ جو شائع ہوئی کامل نہیں ہے اس سے زیادہ ہی کا نقصان ہوا ہے اور تالاب جو شکست ہوئے ہیں یہ تالاب وہ ہیں جنکو لکھو کھاروپیہ صرف کر کے بنایا گیا تھا۔ اور اب تخمینہ کیا جاتا ہے کہ ایک کروڑ روپیہ شکستہ تالابوں کے بنانے میں صرف ہوگا۔ تالاب اس واسطے سرکار کی جانب سے بنوائے جاتے ہیں کہ بارانی پانی محفوظ رہے تاکہ کاشتکار اپنے کہیتوں کی آبپاشی کیا کریں اس واسطے کہ ریاست حیدر آباد میں بارانی زراعت پر دارومدار ہے اور تالابوں میں پانی کی محافظت پر ورنہ محظوظ ہو جائے گا اور موسمی ندی وغیرہ کی طغیانیوں کے آفات فرید بران ہو جاتے ہیں۔ فقط



بعد چھپ جانے کتاب کے ایک قلمی نسخہ تاریخ نامہ ونفشی گردباری لال صاحب دستیاب ہوا۔ اس تاریخ کا نام ظفرہ ہے اور اسی نقطہ سے ۱۱۵۰ھ ہجری مادہ تاریخ پیدا ہوتا ہے جسکی نسبت مولف لکھتے ہیں کہ ۱۱۵۰ھ ہجری تاریخ تمام ظفرہ ہے اور اسی سے اسکا نام ظفرہ رکھا گیا۔ یہ نہایت نادرا و عمدہ تاریخ دکن کی ہے جسکو ایک سو اکتالیس برس ہوتے ہیں۔ جب مولف نے تالیف کیا تھا اور اسی تاریخ میں مولف نے دو طغیانیوں کے حالات

چشم دید لکھے ہیں۔ ان طغیانینو میں وہ بھی طغیانی ہے جو بعد نواب صلابت جنگ بہادر
 ۱۷۵۷ء ہجری میں آئی تھی۔ اس طغیانی کا حال ہم نے اسوجہ سے نہ لکھا کہ اس کا حال ہم کو
 بجز اس تاریخ کے اور کسی تاریخ میں نہ ملا تھا۔ اب اس تاریخ میں اس طغیانی کا حال مولف
 موصوف نے چشم دید اسطرچہ لکھا ہے کہ ۲۳ ماہ محرم ۱۱۷۷ ہجری میں زیادہ بارش
 ہوئی یہاں تک کہ موسیٰ ندی میں طغیانی آگئی۔ سیلاب پھیل گیا اور یکم بازار و رکاب گنج
 دہلی دروازہ کو گھیر لیا اور شہر نہاہ اور چار محل کی چار دیواری کو گرا دیا۔ اس طغیانی
 کے متعلق مولف نے ذیل کا شعر لکھا ہے۔

آن قدر طوفان دریا شد کہ دیوار و برج اوقادہ سرنگون در سجدہ با چندین عروج
 لوگوں کا بیان تھا کہ اس سے پہلے ابراہیم خان کی صوبہ داری کے زمانہ میں اور حضرت
 مآب نواب آصفیہ کے عہد میں دو طغیانیاں جو آپ جکی میں اودن سے پل کو کسی قدر صدمہ
 پہنچا تھا۔ لیکن شہر کے اندر سیلاب نے بہت نقصان نہ پہنچایا تھا۔ اس طغیانی نے تو
 غضب کر دیا کہ شہر میں بہت سے مکان بہہ گئے اور آدھی بھی ضائع ہوئے اور مال و اسباب
 بھی تلف ہو گیا بعد مطلع صاف ہو گیا اور لوگوں کو اطمینان ہو گیا۔

دوسری طغیانی ۱۱۷۷ء ہجری کی ہے جس کا تفصیلی حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں مگر اس
 تاریخ میں اس تفصیل سے زیادہ تفصیل ہے لہذا وہ تفصیل کتاب تذاوین لکھی جاتی ہے
 اور یہ اس سے معتبر ہے کہ مولف تاریخ طغرہ نے اس طغیانی کے حالات کو اپنی آنکھ سے
 دیکھ کر لکھا ہے اسطرچہ کہ اکثر تالاب بوجہ نہ بارش ہونے کے خشک پڑے ہوئے تھے
 اب بارش کے ہونے سے بہرہ ریز ہو گئے اور اس درجہ بارش ہوئی کہ دس ہندہ تالاب
 تعلقہ ملکورا اور پرگنہ حویلی وغیرہ جو مغربی جانب تھے یکایک ٹوٹ گئے اور اونکا پانی

موسیٰ ندی میں آگیا اور آدھی رات کو ندی کو طغیانی ہوئی۔ دروازہ پل سے چادر گھاٹ تک میں جگہ دیوار شہر نہایت شکست ہو گئی اور پانی شہر میں داخل ہوا۔ دروازہ پل کی آبادی اور اسکے درمیان میں جو آبادی تھی اور آبادی چار محل و رکاب گنج و چمپا دروازہ دہلی دروازہ و مد کی یا زار و باغ شہسوار جنگ و بشیر پورہ و بہادر پورہ اور بارہ درہ قاضی فیصل اللہ خان اور آبادی چادر گھاٹ اور دیگر قطعات آبادی اور باغات اور بیرون بلکہ چارم حصہ کاروان و امام پورہ اور نصف حصہ مستحق پورہ اور بعض حصہ آبادی لشکر اور بیگم بازار کے اور اکثر تکیہ درویشوں کے مع بیراگیوں اور گشتائیوں کے مٹھوں کے یہ سب کے سب نذر سیلاب ہو گئے مکانات کی دیواریں اور چتھیں بہہ گئی تھیں اور چوٹیں وغیرہ ٹپڑھٹھا اور نشیب میں جہاں جہاں پانی کا گذر ہوا سو اسے پتھروں کے جو جابجا متعرق اور پر لگندہ پڑے تھے اور کچھ دیکھنے میں نہ آتا تھا میں ہزار گھرتا ہ اور برباد ہو گئے اور دو ہزار آدمی ضائع ہوئے اور دیہات میں جو خرابی پیدا ہوئی وہ مزید برآں۔

مولف تیار خجہ مذکور ذیل کا شعر لکھ کر ہے

باد و باران از تقدی بسکہ کردہ تاخت خست خانہ را چون خانہ شطرنج بے دیوار خست

لکھتے ہیں کہ بعض مکانات جنگی بنیادیں مضبوط تھیں مثل چار محل و عاشور خانہ اور بارہ درہ محمد سعید خان وغیرہ ان کو سیلاب صدمہ نہ پہنچا سکا رات تاریک تھی جب یکایک یہہ سیلاب آگیا تھا پانی پل کے اوپر سے جارہا تھا اور جب یہ حالت تھی کہ یکایک شب کو سیلاب آگیا تو کوئی بھاگ بھی نہ سکا۔ ہزار ہا آدمی بے خانان ہو گئے تھے اور انکمال و اسباب نذر سیلاب ہو گیا تھا مگر بہت ایسے تھے جو زریور اور چوہینہ وغیرہ کو مال غنیمت سمجھ کر اٹھالے گئے تھے۔ یعنی چور کر لے گئے۔

فہرست سلاطین صفیہ

ردیف	اسماء گرامی	سنہ جلوس		سنہ وفات		سنہ سلطنت	سنہ وصال
		ہجری	عیسوی	ہجری	عیسوی		
۱	نواب مغفرت آباد نظام الملک آصفیہ	۱۱۳۷	۱۷۲۳	۱۱۶۱	۱۷۴۷	۲۳	۷۶
۲	اول میر قمر الدین خان بہادر نواب غفران آباد نظام الدولہ آصفیہ	۱۱۷۷	۱۷۶۳	۱۲۱۸	۱۸۰۳	۴۱	۷۵
۳	نواب مغفرت منزل سکندر جاہ	۱۲۱۸	۱۸۰۳	۱۲۴۳	۱۸۲۸	۲۶	۵۷
۴	میر اکبر علی خان بہا آصفیہ نظام الملک نواب غفران منزل نواب طرہ نظام الملک	۱۲۳۳	۱۸۲۸	۱۲۷۳	۱۸۵۷	۲۶	۶۵
۵	آصفیہ میر فرخندہ علی خان بہادر نواب مغفرت مکان نظام الملک آصفیہ افضل الدولہ تہنیت علی خان بہادر	۱۲۷۳	۱۸۵۷	۱۳۸۵	۱۸۶۸	۱۲	۴۲
۶	اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خان فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک مظفر الملك آصفیہ سادس مظہر العالی وخلد اللہ علیہ حال فرمانروا مالک صفیہ	<p>ولادت - ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۳ سنہ ہجری ۷ ابریل ۱۸۶۶ سنہ جلوس - ۵ ازیقہ ۱۲۸۵ سنہ ۳۸ فروری ۱۸۶۹ سنہ کارفرائی - ۷ ربیع الثانی ۱۳۸۵ سنہ ۱۰ فروری ۱۸۸۵ سنہ</p>					

فہرست سلاطین قطب شاہیہ

نمبر شمار	اسماء گرامی	سنہ جلوس		سنہ وفات		برکت خلعت	تعداد عمر
		ہجری	عیسوی	ھ	ع		
۱	سلطان قلی قطب شاہ	۹۱۸	۱۵۱۲	۹۵۰	۱۵۲۳	۳۲	۹۰
۲	سلطان حبشہ قطب شاہ	۹۵۰	۱۵۲۳	۹۵۷	۱۵۵۰	۷	۰
۳	سلطان سبحان قلی قطب شاہ	۹۵۷	۱۵۵۰	۹۵۷	۱۵۵۰	۰	۰
۴	سلطان ابراہیم قطب شاہ	۹۵۷	۱۵۵۰	۹۸۸	۱۵۸۰	۳۱	۵۱
۵	سلطان محمد قلی قطب شاہ (بانی حیدرآباد)	۹۸۸	۱۵۸۰	۱۰۲۰	۱۶۱۱	۳۲	۴۹
۶	سلطان محمد قطب شاہ	۱۰۲۰	۱۶۱۱	۱۰۴۱	۱۶۳۱	۲۱	۴۲
۷	سلطان عبداللہ قطب شاہ	۱۰۴۱	۱۶۳۱	۱۰۸۳	۱۶۷۲	۴۲	۶۰
۸	سلطان ابوالحسن تانا شاہ قطب شاہی	۱۰۸۳	۱۶۷۲	۱۱۱۲	۱۷۰۰	۱۴	۵۶
	زمانہ تسلط عالمگیر معہ نائبان عالمگیر	۱۰۹۸	۱۶۸۹	۱۱۳۷	۱۷۲۴	۳۸	۰

غلام مرتیاج پربا و خزان حیدرآباد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳	۳	ہو چکی	آپ کی	۵۲	۳	مٹھل تھا	مٹھل تھا
"	۵	ہوتی	آتی	۵۶	۱۵	پانی کا پوچھنا	پانی پہنچا
۱۴	۱۳	بنیاد	!	۶۶	۱۷	اس	اس
۱۸	۴	خزانہ سے	خزانہ میں	۶۸	۱۶	اتی	آتی
۲۱	۸	تاریخوں سے	تاریخوں میں	۷۰	۵	جر	جو
۲۳	۱۲	عدم	بوجہ عدم	"	۱۶	بہت	بہت
۲۴	۱۰	تفصیل	بہت	۷۱	۴	ایک لگت	ایک لگت
۲۸	۸	وو	جو	۷۳	۶	-	اور
۳۱	۱۱	چاہتے تھے	چاہتے تھے	۷۵	۵	سروش	سروش
۳۲	"	بارش کی تہ	بارش ہوئی تھی	۷۹	۱	اعانت	غایت
"	۱۷	اسی	اس	"	۷	مقیمین	اور مقیمین
۳۵	۱۹	اوسکے	اوسکو	۸۱	۳	تھے	تھی
۳۸	۱	کامران	کاروان	۸۳	۱۰	۵ رمضان	۵ رمضان
"	۲	باغ	داغ	۸۸	۱	دستگیری	دستگیری
۴۰	۴	ہوتی	آتی	۹۲	۲	شہر	شہر
"	۷	ہوتی	آتی	"	۱۵	تا رید	تا رید

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۳	۶	مدیم	یا مدیم	۱۱۳	۰	باب ہشتم	باب ہشتم
۹۷	۳	کام لیا	کام کیا	۱۱۸	۱۶	اور اور	اور اور
۹۸	۱۲	انجام فرما	انجام فرما	۱۲۰	۶	اپل اپل	اپل اپل
"	۱۷	عظمت	نفاخت	۱۳۷	۰	باب دہم	باب دہم
۹۹	۸	"	"	۱۲۹	۰	باب نوزدہم	باب نوزدہم
۱۰۹	۰	باب ہشتم	باب ہشتم	۱۳۱	۰	باب نوزدہم	باب نوزدہم
۱۱۲	۳	ایک	-				